- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

فون نمبر: 5863260 5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 101	30 جمادی الثانی تا یکم شعبان 1435 ہجری یکم مئی تا 31 مئی 2014ء	شمارہ نمبر 10-9

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو

دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے

انسان جب اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور ساری راحت اور لذت اللہ تعالیٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں دنیا بھی اس کے پاس آجاتی ہے۔ البتہ راحت کے طریق اور ہو جائیں گے۔ وہ دنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے قدموں میں دنیا کو ڈال دیا گیا ہے۔ مگر ان کو دنیا کا کوئی مزہ نہیں آیا کیونکہ ان کا رُخ خدا کی طرف تھا۔ یہی قانون قدرت ہے جب انسان دنیا کی لذت چاہتا ہے وہ لذت اسے نہیں ملتی لیکن جب خدا تعالیٰ میں فنا ہو کر دنیا کی لذت چھوڑتا ہے اور اسی کی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی تو یہ دنیا ملتی ہے مگر اس کی لذت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے اس کو بھولنا نہیں چاہیے۔

خدا یابی کے ساتھ دنیا یابی وابستہ ہے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا اسے تمام مشکلات سے نجات ملے گی اور ایسے طور پر اسے رزق دیا جائے گا کہ اسے علم بھی نہ ہوگا۔ یہ کس قدر برکت اور نعمت ہے کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے اور اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیسا کہ خود اُس نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ دُنیا سے طبعی نفرت کرتے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائے اور دنی اور آخرت کی راحت اُسے مل جاوے وہ یہ راہ اختیار کرے میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو کیونکہ اگر خدا تعالیٰ مہربان ہو جاوے تو ساری دنیا مہربان ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ ناراض ہو تو کوئی بھی کام نہیں آسکتا۔

تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں، وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا تعالیٰ سے خاص انعام پائیں۔

(پیغام صلح یکم جولائی ۱۹۹۱ء)

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل وسینہ پاک ہو

(از: حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ)

اے حب و جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں — اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اِک نظر — سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اِک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے — اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے — پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے

اے لوگو! عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں — کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے — کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارد نصیب ہے — خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو — نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی

دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

افتتاحی خطاب و دُعا

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع صد (100) سالہ یومِ تاسیس احمدیہ انجمن لاہور

آسٹریلیا (سڈنی) سے برائے راست خطاب

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو (تمام) جہانوں کا رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے''۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی کی رضا حاصل کرنے کی دعا کے ساتھ آپ سب سے مخاطب ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی نظم میں: **''گراما فون سے آرہی ہے صدا''** کے ذریعہ جدید ایجادات کا بھرپور استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آج کے مبارک دن **3 مئی 2014ء** کو میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ میں مرکز میں تمام جماعت اور گھر والوں سے دُور آسٹریلیا (سڈنی) میں بیٹھا ہوا اس جدید ایجاد کی وجہ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ تمام احباب کو میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتا ہوں۔

میں آج آسٹریلیا (سڈنی) سے اس ٹرانسمیشن کے ذریعہ جماعت کے تمام بچوں اور بزرگوں سے مخاطب ہوں اور سب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آج ہماری جماعت ''احمدیہ انجمن لاہور'' جو آج سے سو سال پہلے 3 مئی 1914ء کو ''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور'' کے نام سے قائم ہوئی، اپنے پورے سو سال کر رہی ہے۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ اعزاز بخشا اور جس سلسلے کی بنیاد حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے سو سال پہلے آج کی تاریخ کو رکھی۔ اسی جماعت سے میں آج سو سالہ جشن پر بحیثیت امیر جماعت مخاطب ہوں۔ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ اب سے ایک گھنٹہ بعد میں سڈنی کی ''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور'' کی صد سالہ تقریبات سے مخاطب ہونے کے لئے ان کے جلسہ سے ذاتی طور پر خطاب کروں گا اور ان کے نئے سینٹر کا افتتاح بھی کروں گا۔

اس طرح آج کا دن مسیح موعودؑ کا پیغام دنیا کے دُور دُور کونوں تک پہنچ جانے کی خواب کی تعبیر کا دن بھی ہے اور مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ (امیر اوّل) اور بانی سلسلہ احمدیہ لاہور کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمر بھی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے ذریعہ سے دین کی خدمت کا موقع ہمیں دیتا رہے اور ہماری اس جماعت کی حفاظت فرماتا رہے۔ **یہ دن اس بات کو یاد رکھنے کا دن ہے کہ ہماری جماعت کا قیام ایک تاریخی ضرورت بن گیا تھا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی اصلی تعلیم کے وجود کو زندہ رکھنے کا واحد ذریعہ بھی۔ آپ کے اصلی دعویٰ مجددیت، محدثیت، مہدی معہود اور مسیح موعود ہونا اور صرف اور صرف یہی دعویٰ آپ کا تھا۔** ان کی تعلیم کو فروغ دینا اور ان پر عمل کر کے آگے بڑھانا ہمارا فرض بن گیا۔ یہ بوجھ جو ہمارے کندھوں پر ڈالا گیا اس کو ہم نے بخوبی خوشی خوشی قبول کیا اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ہمیں اس فرض کو نبھانے میں ہمیشہ مدد فرمائے۔

ہم ہی ایک وہ واحد جماعت ہیں جو تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی پرانے نہ نئے نبی آنے کے انتظار میں ہے۔اور اس طرح یہ جماعت ہی ہے جو خاتم النبین کے عقیدہ پر قائم ہے۔ہم ہی ہیں جو خاتم النبین کی کسی تشریح میں نہیں الجھتے اور اسی تشریح پر یقین رکھتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔آپؑ نے فرمایا:

انا خاتم النبین لانبی بعدی

ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بار بار اور اپنی زندگی کے آخری گھنٹوں تک مسلسل اس کا انکار کیا۔حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ قادیان چھوڑنا اور لاہور میں آجانا آپ کے اس انکار نبوت پر مکمل یقین کی وجہ سے ہی تھا اور اسی مقصد کے لئے تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی اصلی تعلیم کو زندہ رکھا جائے۔

ہمیں قادیان چھوڑ کر لاہور آئے سو سال ہوگئے۔جہاں ہم آج صد سالہ موقع پر یہ خوشی منا رہے ہیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی کامیابیوں کی خوشی منائیں اور ان کا ذکر کریں کیونکہ وہ ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہیں۔ہم ان دنوں کو یاد کریں جب ہماری تبلیغ آزاد تھی اور ہم ترقی کرتے گئے۔حضرت مولانا محمد علی صاحب کے خطبات کا مجموعہ بھی شائع ہوا، قرآن کے تراجم بھی کئے گئے اور دُور دراز ممالک میں بھی پہنچائے گئے۔مبلغین بھی بیرونی ممالک میں جاتے رہے۔**ووکنگ مشن میں لارڈ ہیڈلے جیسے عیسائی مسلمان ہوئے، برلن میں مسجد تعمیر ہوئی اور اللہ اکبر کی اذانیں وہاں دی گئیں اور دنیا کے کونوں تک ہمارا یہ پیغام پہنچا۔**

آج ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ہیں۔زبانیں بند رکھنے کے قانون ہم پر لگے ہوئے ہیں لیکن حق کو آگے پہنچانے اور صبر اور آزمائشوں کو برداشت کرنے کے لئے ہم ہمیشہ تیار ہیں اور اسی طرح حوصلے سے کمر باندھے رکھیں گے۔**میری طرف سے سب حوصلہ مند عزم کئے ہوئے احمدیوں کو سلام جو امام الزمان کا پیغام پہنچانے میں ہر تکلیف اور رکاوٹ کو عبور کر رہے ہیں اور ہمت نہیں ہارے، اور اپنا ارادہ ان کا اتنا پختہ ہے کہ وہ اس پیغام کو ہمیشہ کے لئے اپنے دلوں میں رکھیں گے اور اپنے نمونہ سے اس کو آگے پھیلائیں گے۔ ہمارے اندر آگے بڑھتے جانے کا عزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے۔**

کچھ سوالات جو ہم نے اپنے دل سے پوچھنے ہیں

کیا ہم ان تمام تکالیف کو جو اس چراغ کو روشن رکھنے کے لئے درکار ہیں انہیں برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ یہ کبھی نہ بجھنے پائے اور اس کی روشنی ہر سُو پھیلے؟ **کیا ہم** تقویٰ پر قائم ہیں جو ہماری جماعت کی بنیاد ہے؟ **کیا ہم** دین کو دنیا پر مقدم کر رہے ہیں جو ہماری جماعت کا ستون ہے؟ **کیا ہم** اللہ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر رہے ہیں جو ہماری کامیاب زندگی کا راز اور ہمارے سروں پر ایک چھت کی حیثیت رکھتے ہیں؟

آج کا دن عزم کا دن ہے کہ سو سال گذر ے اور جو اسلام کا جھنڈا ہمارے بزرگوں نے مسیح موعودؑ سے لیا اسے ہم اپنی اولادوں کے ہاتھ میں تھمائیں اور انہیں اسے آگے بڑھانے کی تعلیم اور حوصلہ دیں۔ ہم پر جو سب سے بڑا فرض بنتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی اولادوں میں اس حقانیت کو منتقل کریں اور دُعا کریں کہ اللہ اس میں ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔جن خطرات میں ہم اس دین پر عمل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں ہماری حفاظت فرمائے۔

میں یہاں بیٹھا آپ سب کے لئے دعا گو ہوں۔آپ سب میرے لئے بھی دعا فرماتے رہیں۔اور یہ یاد رکھیں کہ اس جماعت کی بنیاد حضرت مرزا صاحب نے بھائی چارہ اور تقویٰ پر رکھی ہے۔اللہ ہمیں اس مقصد کو پورا کرتے ہوئے زندہ رکھے۔

میں آپ سب کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ سب احباب کثرت سے اس تقریب میں شامل ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔اور جو عزم آج کے دن ہم سب کریں اس پر قائم رہیں اور جو تقاریر میں روحانی پیغامات پائیں ان پر عمل کریں۔آمین

کس گناہ پر وہ قتل کی گئی!!!

از: عامر عزیز الازہری

اخبار اٹھاتا ہوں تو لفظوں کی سیاہی پر خونِ بشر ہی پھیلا نظر آتا ہے۔ ٹیلی ویژن چلاتا ہوں تو میرے وطن کی گلیوں میں انسانی جسم کے بکھرے اعضاء کو دیکھتے ہی ذہن منتشر اور دل مضمحل ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہوں میرے وطن کی مٹی کو احسن تقویم کے لہو کی لت کیوں پڑ گئی؟

فرزانہ عدالت عالیہ کے سامنے اینٹوں کے ڈھیر میں دفن ہو گئی اور ساتھ ہی انسانیت اور ضمیر انسانی کو ڈھیر میں دفن کر گئی۔ میں آواز سنتا ہوں (اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا، کس گناہ پر وہ قتل کی گئی) حوا کی بیٹی سوال کرتی ہے کہ مجھے کس جرم کی سزا میں قتل کیا گیا۔ اے اہلِ خرد و دانش فرزانہ کے قتل کا داغ تو شاید مٹ جائے گا اور چند دن کے بعد ہم سب اسی سڑک پر شاداں و فرحاں گھوم رہے ہوں گے مگر میرا مسئلہ تو دوسرا ہے کہ:

ہر طرف سے چیخ و پکار اور آہ و فغاں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ آخر ہم ہی کیوں؟ یہ غربت کے مارے، بھوک کے ننگے بچے، یہ مدقوق چہرے، یہ پردوں اور چادری میں لپٹی حوا کی بیٹیاں جن کی زندگی اسی گھر سے شروع ہو کر اسی گاؤں میں ختم ہو جاتی ہے۔ ان پر قدرت کی یہ ستم ظریفی کیوں؟ زمین بھی جنبش کرتی ہے تو ان اندھیروں میں رہنے والوں کو اتھاہ گہرائیوں کی اندھیری تہوں میں سلا دیتی ہے اور پھر فقط خاموشی۔ موت کے نوحے، پیاروں کی لاشیں، بچوں کی پھول جیسی میتیں زندگی کو مکمل طور پر گہنا دیتی ہیں۔ تو دل میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ: ''کس گناہ پر وہ قتل کی گئی''؟؟

آخر ان معصوموں کا کیا جرم کہ ان کے کچے گھروندے بھی مٹی کے ساتھ مٹی ہو گئے ہے۔

سوچتا ہوں تو پھر آواز آتی ہے کہ قدرت کبھی ناانصافی نہیں کرتی۔ تخریب و تعمیر زندگی کا حصہ اور تہذیبوں کا جزو لاینفک ہوتی ہے اور صرف وہ قومیں اور معاشرے پروان چڑھتے ہیں اسباب پر غور کرتے اور تدبر کرتے ہیں کہ کہیں اس تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہم خود تو نہیں؟

اے اہل چمن آؤ ہم بھی سوچیں اور غور کریں کہ میرے وطن کی سرزمین وہ ہے جس پر خواتین کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ مگر ہمیں پڑھایا یہ جاتا ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بھی اس فعل قبیح کے مرتکب ہوتے تھے۔ مگر میرے وطن میں تو آج بیسویں صدی میں بھی حوا کی بیٹیوں کو محض چند فرسودہ روایات کی بھینٹ جس درندگی اور وحشت سے چڑھایا جاتا ہے اس پر بجائے شرمندگی اور ندامت کے محض چند الفاظ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے تو میرے اہلِ وطن کے دل ان کے لئے نہ دھڑکتے اور نہ ہی اس ظلم پر ان کے منہ سے صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے۔

کاروکاری کی بھینٹ حوا کی بیٹیوں کو زندہ درگور ہم کر دیتے ہیں بلکہ اس کے برعکس ان بے گناہ مدفون عورتوں کو ہی قصوار، مجرم اور زمانے کی گندگی قرار دیا جاتا ہے۔ آؤ سوچیں کہ کہیں یہ ان زندگی درگور کی ہوئی حوا کی بیٹیوں کی چیخ و پکار اور آہوں نے تو آسمان کو نہیں ہلا دیا۔ سوچیں کہیں ان مظلوموں کی صداؤں نے زمین میں جنبش پیدا کر دی تو آسمان یہ فیصلہ نہ کر لے کہ قاتلوں، قاتل سرزمین اور اس قتل پر خاموش تماشائی بننے والوں کو اسی طرح زندہ درگور کر دیا جائے۔ کہ مظلوم کی آہ سے ڈرو! کا حکم ہمیں دیا گیا ہے۔

آیئے ہم دل کے نہاں درنہاں خانوں سے سوال کریں کہ کہیں تسلیم سولنگی پر چھوڑے جانے والے کتوں سے خون آلودہ بے بس لاچار لڑکی کی چیخ و پکار سے تو آسمان غضب میں نہیں آ گیا؟ کہ قدرت ہم جیسے بے حس، بے ضمیر تماشائیوں کو ہمیشہ کے لئے سلا دینے کا فیصلہ کر لے کہ ان بہرے، گونگے اور اندھوں کا تو زمین محض بوجھ ہی اٹھائے ہوئے ہے۔ تو پھر کیوں نہ زمین اپنا بوجھ ہی ہلکا کر دے۔

آیئے اپنے سوئے ہوئے بدن، اور داغدار ضمیر کو جھنجھوڑیں اور اپنے آپ سے سوال کریں کہ ہم نے بے گناہوں کے قتل پر تو قرآن کی تلاوت نہیں کی تھی۔ سوچیے ہم نے معاشرے کے ناسوروں کے خلاف تو آواز نہیں اٹھائی۔ غور کی ضرورت ہے کہ ہم نے کبھی فرسودہ رسموں اور جاہلانہ رواجوں کے خلاف تو دھرنے نہیں دیئے تھے۔

یادرکھیں جو قومیں ظلم کو برداشت کرتی ہیں۔ ظالم کو سہارا دیتی ہیں، مظلوموں کو سزا دیتی ہیں ان کی پاداش میں یا تو زلزلے آتے ہیں یا پھر سیلاب ان کا مقدر ہوتے ہیں۔ یا تو انہیں خشک سالی نچوڑ کے رکھ دیتی ہے یا پھر آسمانی بجلی اپنا قہر نازل کرتی ہے۔

ہمیں آج فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے پھٹتی ہوئی زمین اور اس میں دھنسنے والوں سے عبرت پکڑ کر اذانیں دینی ہیں یا اپنی زندگیوں سے جرم اور بربریت کو نکال دینا ہے۔ فیصلے کی گھڑی آج ہے کہ ہم نے زندگیاں کھلے آسمان تلے گذارنی ہیں یا کہ کھلے دل و دماغ سے انسانی اقدار کو اپنانا ہے۔ وہ اقدار جو کہ رحمت الٰہی کا سبب بنتی ہیں۔ فیصلہ آج ہی ہونا ہے کہ ہم نے اپنے فیصلے سگِ دنیا کے ذریعہ کروانے ہیں یا کہ قدرت کے ذریعے؟ اگر ہم نے بروقت اور صحیح فیصلہ نہ کیا تو یادرکھیں زندگی گذر تو جائے گی مگر گذرے گی کھلے آسمان کے نیچے۔ زیست کا سفر تو کٹ جائے گا مگر ملکوں، وڈیروں، سرداروں، خانوں اور چوہدریوں کی دہلیز پر روٹی مانگتے ہی زندگی دم توڑے گی۔ فیصلہ آج ہی ہونا ہے کہ ہم نے انسانیت کو ٹریکٹر کے پہیوں کے نیچے روندنا ہے یا کہ آدم کا خلیفہ بن کر خدا کا نائب بن کر عزت سے جینا ہے اور زمین کو اپنی جبینوں سے تر کر کے اس کی آگ کو ٹھنڈا کرنا ہے۔

یادرکھئے! آگ جاسوسی طیاروں سے نکلنے والے میزائلوں کی صورت میں برسے یا زلزلے سے پھٹنے والے لاوے سے تباہی جنگ کے ذریعہ آئے یا آسمانی آفات سے یہ ہمارے اعمال کا شاخسانہ ہوتی ہے۔ سزا مجرموں اور ظالموں کو ملتی ہے۔ پھر نہ تو ظالم بچیں گے اور نہ مظلوم کہ وہ تو آواز بلند کرتے۔ ظلم میں مدد کرنے والے بھی مٹا دیئے جاتے ہیں۔ مجرم کو تو سزا ملتی ہے مگر مجرموں اور جرم کی آزادی دینے والے بھی صفحہ ہستی سے مٹائے جاتے ہیں۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ آسمان کو راضی کر کے رحمتوں کی بارش حاصل کرنی ہے یا کہ زمین پر بسنے والے انسانوں کی خوشنودی حاصل کر کے آگ کا حصہ بننا ہے اور زندگی خیموں میں گذارنی ہے!!!

انتخابات مقامی جماعت لاہور

الحمد اللہ! مرکزی انجمن کی ہدایات کے مطابق مقامی جماعت لاہور کا انتخابی عمل بطریق احسن پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ آئندہ تین سال مئی 2014ء تا اپریل 2017ء تک عہدیداران اور ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبران کی تفصیل یوں ہے:

صدر: چوہدری ناصر احمد صاحب۔ ایم اے، ایم ایڈ

نائب صدر: میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب

سیکرٹری: جناب ایاز عزیز صاحب (ایڈووکیٹ)

خزانچی: جناب ضیاء الرحمٰن صاحب (اکاؤنٹنٹ)

ایگزیکٹو کمیٹی:

(ا): ابرار احمد صاحب (انجینئر)

(۲): عثمان نذیر صاحب (چارٹرا کاؤنٹنٹ)

(۳): انوار احمد صاحب (واقف زندگی سوشل ورکر)

(۴): جناب مظفر احمد صاحب (فعال کارکن)

(۵): ڈاکٹر عمر فاروق ثاقب صاحب

احباب جماعت سے دعاؤں کی اپیل ہے تاکہ جماعت کے کام بہتر انداز سے آگے بڑھ سکیں۔

طالبِ دُعا

چوہدری ناصر احمد

صدر مقامی جماعت لاہور

صد سالہ یوم تاسیس

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

از: قاری غلام رسول

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک علمی و تحقیقی اور شعوری تحریک ہے جو گذشتہ ایک صدی سے اشاعت اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہ تحریک دین اسلام کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرتی ہے۔ اور دنیا بھر میں اس کی شاخیں ہیں۔ اس تحریک نے علامہ حکیم نورالدین رحمتہ اللہ علیہ جیسے جید و معتبر صائب الرائے، مولوی محمد علی رحمتہ اللہ علیہ جیسے مفسر قرآن، مولوی صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ جیسے عاشق رسول، حضرت خواجہ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ جیسے عالمی مبلغ اسلام، ڈاکٹر بشارت احمد رحمتہ اللہ علیہ جیسے ماہر علم الکلام اور مولوی عبدالحق ودیارتھی جیسے بالغ نظر تقابل ادیان کے ماہر پیدا کئے۔ جنہوں نے تمام دنیا میں خدا تعالیٰ کی توحید اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا جھنڈا بلند کیا۔ آج دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور جامعات میں ان حضرات کے افکار سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

انجمن کی بنیاد قرآن کریم کی نشر و اشاعت پر ہے۔ حضرت مولوی محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ و تفسیر بیان القرآن اطراف عالم میں پہنچ کر اپنا لوہا منوا چکا ہے۔ اور آپ کی عظیم کتاب ''دین اسلام'' جامع الازھر مصر تک پزیرائی حاصل کر چکی ہے۔ ''فضل الباری'' شرح بخاری آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپؒ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے وہ روحانی فرزند اور بطل جلیل ہیں جنہوں نے حضرت اقدسؑ کی تعلیمات کو حقیقی رنگ میں پیش کیا۔ حضرت مولوی نور الدین مرحوم کی وفات کے بعد جب قادیان میں ایک نئی نبوت کی بنیاد رکھی گئی اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا تو یہ مردِ حق اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے قادیان سے ہجرت کر کے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ لاہور آ گیا۔ اور یہاں 3 مئی 1914ء کو انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا صد سالہ یوم تاسیس جامع دارالسلام لاہور مرکز میں 3 مئی 2014ء کو منایا گیا۔

دین حق کے عظیم خادم حضرت مولوی محمد علی مرحوم کی دوسری عظیم کتاب ''سیرت خیر البشر'' عالمی شہرت کی حامل کتاب ہے۔ جس کی تصنیف پر اس زمانہ میں آپ کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے پانچ صد -/500 روپے انعام دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جو اہل علم و فضل سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''وہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر نالے اپنے اپنے اندازے کے موافق بہہ نکلتے ہیں پس سیلاب جھاگ کو اوپر اٹھا دیتا ہے اور اس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں، زیور یا اور سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ پانی جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے رب کی بات مانی ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی بات نہیں مانتے۔ اگر ان کے لئے وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی، تو وہ سب اپنے چھڑانے کو دے دیں، ان کے ساتھ بُرا حساب ہے اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ

ہے۔(بیان القرآن جلد اوّل ص ۱۰۷)

یہاں حق اور باطل کی مثال یوں بیان کی گئی ہے۔باطل ایک وقت اوپر نظر آتا ہے مگر وہ جھاگ کی طرح ہوتا ہے اور حق اس پانی کی طرح ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔استحکام اور دوام انہی جماعتوں، تحریکوں اور نظریات کو ہوتا ہے جو مخلوق خدا کے لئے نفع رساں ہوتے ہیں۔اسی طرح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور وہ آسمانی پانی ہے جو خدا کی مخلوق کے لئے نفع رساں ہے۔اس لئے باطل کی قوتیں اور خلافِ اسلام و خلافِ قرآن نظریات کی جھاگ بیٹھ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا جھنڈا ہر سو لہرائے گا۔بقا اور دوام صرف شریعت محمدی کو ہے۔

اس وقت دنیا تمام باطل نظاموں کا تجربہ کر چکی ہے خواہ وہ سوشلزم ہو یا مغربی جمہوریت ہو یا سرمایہ دارانہ نظام۔یہ سب ناکام ہو چکے ہیں۔آنے والا دور قرآن حکیم اور شریعت محمدی کا دور ہے۔اسی مقصد کے لئے مجدد صد چہاردہم حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو اشاعت قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو پھیلانے کے لئے مامور ہے۔اور مالی و جانی قربانیوں میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''اور تم میں ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں''
(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۵)

اہل حق میں ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو خیر کی دعوت دے اور نیکی پھیلائے اور برائیوں سے روکے بلکہ قرآن حکیم امتِ مسلمہ کی وجہ خروج یہی بتاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکالی گئی ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ان میں مومن بھی ہیں لیکن ان کے اکثر فاسق ہیں''۔(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

تحریک احمدیت قرآن کریم کی اشاعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دعوت الی الخیر کا کام پوری دلسوزی اور یکسوئی سے کر رہی ہے۔درحقیقت اشاعت قرآن کا جہاد ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ارشاد خداوندی کا ترجمہ ہے:

''ان سے اس قرآن کے ذریعہ جہاد کبیر کرو''(سورۃ الفرقان)

موجودہ زمانہ میں دین حق کی دعوت یا دعوتِ خیر اور قرآن کریم کی اشاعت وہ سب سے بڑا جہاد ہے جس پر مسیح محمدی امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے زیادہ زور دیا ہے۔چنانچہ موجودہ زمانہ دین حق کی دعوت و اشاعت کا زمانہ ہے۔

جس کا ایک نظارہ 1896ء میں شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دیکھا گیا۔جب مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت اقدس کا مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھا تو سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ مرزا صاحب نے حقیقی معنوں میں دین حق کی نمائندگی کی اور آپ کا مضمون بالا رہا۔

وہ وقت دور نہیں جب یہ زمین خدا کے نور سے چمک اٹھے گی اور توحید کا اجالا ہو جائے گا۔اور باطل سرنگوں ہو جائے گا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا جھنڈا ہر گھر پر لہرائے گا۔

اے اللہ تو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام بھیجتا رہ اور آپؐ کے مقاصدِ بعثت کو پورا فرما۔آمین

☆☆☆☆

جماعت احمدیہ لاہور کے تربیتی کلاس کے اغراض و مقاصد

از: چوہدری ناصر احمد صاحب (شاہدرہ)

پسِ منظر

وہ راستہ کبھی منزل کو گم نہیں کرتا
بڑے خلوص سے انسان جس کو اپنائے

ماموریِ زمانہ کا مشن تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو دینی لحاظ سے ایک نمونہ ہو۔ آپ کے تیار کردہ انسانوں کو دیکھ کر دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو گئی کہ یہی صحیح معنوں میں اسلامی نمونہ ہیں۔ آپ کے بعد جماعت کے امراء اور بزرگوں نے اس نمونہ کو جاری رکھا۔ حضرت مولانا نور الدینؒ، حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت مولانا صدر الدینؒ کے دور مجدد زماں کے تربیت یافتہ پیروؤں کے دور تھے۔ جو انفرادی لحاظ سے بھی تربیت کا نمونہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی باگ دوڑ ایک درویش انسان ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے سپرد کی۔ آپ پیشے کے لحاظ سے جسمانی معالج ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی محبت اور سوز و گداز کے حامل روحانی طبیب بھی تھے۔ جب آپ نے بیرونی ممالک کے دورے کئے تو عالم محسوسات سے آواز آئی کہ مرکز سے عملی لحاظ سے تربیت کا انتظام ضروری ہے۔ پھر اس مردِ قلندر نے ایبٹ آباد میں انجمن کی پہلی تربیتی کلاس کا آغاز کیا۔ اس میں جماعت کے پیر و جوان اور بچے شامل ہوئے۔ آپ کے بعد حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کا دور آیا تو آپ نے بطور ایک ریاضی دان کے اس کلاس کو عددی لحاظ سے بہتر کر دیا اور جماعت کے پرانے گھروں سے رابطے پیدا کر کے اس پروگرام کو مزید فعال کر دیا۔ اس دور میں تعداد دُگنی ہو چکی تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت ڈاکٹر عبد الکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورِ امارت آیا۔ تو آپ نے بطور ایک پروفیشنل میڈیکل پروفیسر کے اس تربیتی کلاس کو ترجیحی بنیادوں پر آگے بڑھایا اور جماعت کے ہر مرد و زن اور خصوصاً چھوٹے بچوں کی تربیت کو فوکس ٹھہرایا۔ جس کے خاطر خواہ نتائج مثبت انداز میں ہمارے سامنے ہیں۔ ہر سال تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو کہ جماعت کے لئے نیک شگون مرحلہ ہے۔

کسی پتھر کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ قرینے سے سجایا جائے

اگر جماعتی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح کا عمل اور تعاونوا علی البر پر قائم رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ کورس اپنی اہمیت کے لحاظ سے مشعل راہ ہوں گے۔

جماعت احمدیہ لاہور ایک دینی فلاحی اور اصلاحی ادارہ ہے۔ اس کے نہ کوئی گروہ بندیوں کے مقاصد ہیں اور نہ کوئی سیاسی ہیں۔ یہاں تو صرف اور صرف افراد اور خصوصاً بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرنے کی کوشش ہے کہ ایک فلاحی معاشرہ کا قیام عمل میں آسکے۔

میں اپنی عقل اور بصیرت کی روشنی میں اس کورس کو دو لحاظ سے احباب جماعت کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

عمومی مقاصد

نظم و نسق: ان کورسوں کا عام طور پر مقصد ہوتا ہے کہ افراد کو مثبت سوچ کا حامل شہری بنایا جائے۔ ان میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو سکے۔ دینی اور دنیاوی لحاظ سے افراد کے مفادات کا تحفظ ہو سکے اور نماز کی عادات پیدا ہوں تاکہ آخرت کی زندگی کی تیاری بھی نظم و ضبط کے ساتھ ہو۔

اخوت

بھائی چارہ کی روح کو برقرار رکھنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں ہے۔

پھر چھوٹی عمر کے بچے، بچیاں نرم ذہن رکھتے ہیں ان کو گرم لوہے کی طرح آسانی سے موڑا جاسکتا ہے۔ جب ان کی سوچ درست سمت میں بدلے گی تو سچ بولنے کی عادت بن جائے گی۔

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح بجھ جائے
پیدا کیا ہو حق نے جس کو نیستاں کے واسطے

باہمی رابطہ

سماجی اور معاشرتی مسائل کا حل مضبوط رابطوں سے ہی بنتا ہے۔ اس سے غیر متحرک اور غیر فعال افراد بھی جماعتی دھارے میں شامل ہوجاتے ہیں اور قافلے کے دل سے احساس زیاں کا فقدان نہیں ہو پاتا۔

تفریح اور ذوق جمالیات

ان پروگراموں کے ذریعے بچوں کو جسمانی لحاظ سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ بچوں کی تفریح کے مواقع ملتے ہیں اور In door game وغیرہ کے ذریعے ٹیم سپرٹ اور جذبہ پہل پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی شمولیت سے ذوق جمالیات میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور ملنساری کے جذبہ کو فروغ ملتا ہے۔

احمدیہ انجمن لاہور خالصتاً فکری اور اصلاحی تحریک ہے اس لئے اس کے خصوصی مقاصد بھی درج ذیل ہیں۔

خصوصی مقاصد

مرکز سے وابستگی

تربیتی کورس سے جماعت کے بچوں کی عملی زندگی کی ہیت ترکیبی بدل جائے گی۔ روحانی تقاضے دین اور سیاست کے درست تصور سے پورے ہوں گے۔ مرکز سے وابستگی سے افراد کی تربیت خود بخود ہوجاتی ہے اور ان میں اجتماعیت کے پہلو اجاگر ہوجاتے ہیں۔ مثلاً آغاز اسلام میں اسلامی مرکز سے وابستگی کی وجہ سے عرب کے بدو دنیا کے راہبر و آئین ساز بن گئے تھے۔

تکمیل ذات

بچوں کی خفیہ صلاحیتیں نشوونما پا کر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ بھرپور زندگی گذارنے کی طرف رغبت ملتی ہے۔ دل میں سوز وگداز اور طرز و انداز کے بدلنے سے شب و روز کی بدگمانیاں اپنی موت آپ مرجاتی ہیں۔ اچھے اچھے افراد جماعتی تنظیم کے دھارے میں شامل ہوجاتے ہیں۔ بکھری ہوئی اینٹیں ایک مربوط دیوار بن جاتی ہیں۔ امام وقت کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ دہریت کی طرف مائل خواجہ صاحب کمال الدین بن گئے اور ریاضی اور انگریزی دان مفسر قرآن بن گئے۔

وحدت نصب العین

نوجوانوں کے منتشر ذہنوں کو اپنوں اور بیگانوں کی تباہ کاریوں سے بچانا اور باطل نظریات کے سامنے ڈٹ جانے کا درس دینا جماعت کے Master Minds اور Think tank افراد کا فریضہ ہے تاکہ وہ ماضی کے تجربات کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کی تعمیر کریں اور یہ صرف قابل عمل پلاننگ اور فکر و تدبر سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی بات سننے اور برداشت کرنے سے ہی اجتماعی نصب العین پیدا ہوتا ہے اور پھر ہی جماعتی رشتے مضبوط ہوتے ہیں اور حلقہ اثر بڑھتا ہے۔ غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بیچ میں یہی خرابی ہوتی ہے کہ وہ کسی کا بھرم نہیں رکھتا۔ غیر تربیت یافتہ نوجوان عدم توازن کا شکار ہوجاتے ہیں کیونکہ یہ اصول ہے کہ زہریلے دودھ کی دہی بھی زہریلی ہوتی ہے۔ تربیت سازی کے فقدان سے بدقسمتی یہی نہیں ہوتی کہ پرخلوص، جذبہ عمل اور باکردار لوگوں کا فقدان ہوجاتا ہے بلکہ بڑی بدقسمتی یہ بھی ہوتی ہے کہ جن لوگوں میں یہ خوبیاں اور صلاحیتیں موجود ہوں وہ بھی کسی غلط فہمی یا خود فریبی کا شکار ہوجائیں۔

بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھنا

بچوں کے ذہنوں میں بزرگوں کے کارنامے اور روایات کا پختہ ہونا لازمی ہے۔ بزرگوں کی اطاعت کی مثالیں مثلاً حضرت عمر فاروقؓ کے دور کی مثالیں۔

مجدّدِ زماں کے دور میں صاحبزادہ عبداللطیف شہید کا مثال بننا۔

حسن وتوازن پیدا رکھنا

تربیت حسن وتوازن پیدا کرتی ہے۔گیہوں کے بیج سے گیہوں اور جو کے بیج سے جو ہی پیدا ہوں گے۔ ہمارے بچے ، بچیاں برابران کورسوں میں شریک ہوتے ہیں ۔جن سے انسانی وضع قطع کا درس بھی ملتا ہے۔ تربیتی کورس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس کی مثال اک ماچس کی ہے اگر آپ کے پاس چاول، گھی،مسالحہ،لکڑی، پانی، دیگچہ سب کچھ ہے مگر ماچس نہ ہوتو پلاؤ نہیں پک سکتا۔

جماعت کے اساسی نظریہ (اشاعت قرآن) کا فروغ

تربیتی کورس کا منشور یہی ہے کہ حسد،غیبت،عیب جوئی، دین کا تمسخر، کج بحثی،غصہ، بدظنی اور درگذر کرنے کے اسلامی اصول عام کئے جائیں اور منظم طریقہ سے اشاعت قرآن کا کام آگے بڑھ سکے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے:

(ا): ”قرآن پڑھا کرو۔اس سے تمہاری قدر ومنزلت ہوگی۔اس پر عمل کروتا کہ تم حامل قرآن ہوجاؤ“ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۲): ”قرآن کو پھیلاؤ آگے یہ اپنا کام خود کرے گا“ (مولانا محمد علیؒ)

فرمان خداندی ہے:

”کیا کبھی علم والے اور علم حاصل نہ کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں“۔اللہ تعالیٰ ان تربیتی پروگراموں کو اپنے فرمان کے مطابق آگے بڑھنے میں مدد دے۔

پھلا پھولا رہے یارب چمن اپنی امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے ہم نے پالے ہیں

☆☆☆☆

یومِ مسیح موعودؒ

مرکزی انجمن کے زیر اہتمام مورخہ 25 مئی 2014ء بروز اتوار ”یوم مسیح موعودؒ“ کی تقریب منعقد کی گئی۔تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ جناب تنویر شاہد صاحب (زیر تربیت مبلغ) نے یہ فریضہ بخوبی انجام دیا۔ ملفوظات مسیح موعودؒ صاحبزادہ مظفر احمد صاحب نے سنائے۔

مقررین میں میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب، قاری غلام رسول صاحب ، عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری) اور قاری ارشد محمود صاحب نے بڑے تفصیل سے حضرت صاحب کے آنے کی غرض، آپ کے دعاوی اور آپ کی بیش بہا دینی خدمات کو بڑے ہی شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔غرض اس زمانے کے علماء نے حضرت صاحب کی زندگی کے متعلق لکھا کہ یہ شخص نہایت پاکباز اور متقی انسان تھا، اور یہ بھی تسلیم کیا کہ اس زمانے کے فتنے یعنی عیسائیت، آریہ سماج، دیوسماج اور دیگر مذاہب کا ڈٹ کر مقابلہ کسی نے کیا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ ہی تھے۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی موثر انداز میں تحریک احمدیت پر نظر ڈالی اور حضرت صاحب کی خوبیاں اور خدمات دونوں کو شاندار الفاظ میں بیان کیا اور جماعت کی ترقی اور فلاح کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائی۔

تقریب کے اختتام پر مجلس کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

☆☆☆☆

یومِ وصال حضرت مجدد مرزا غلام احمد قادیانیؒ

از: میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب

اس سے پہلے کہ میں آپ کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں روشنی ڈالوں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کی پیدائش کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ آپ کی پیدائش کے بارے میں حضرت بشارت احمد صاحبؒ تحقیق کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ آپ مورخہ 13 فروری 1835ء یعنی 14 شوال 1250 ہجری جمعہ کے روز جب چاند کی چودھویں تھی قادیان میں پیدا ہوئے۔

آپ توام پیدا ہوئے، پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو پیدا ہوتے ہی فوت ہوگئی بعد اُس کے آپ پیدا ہوئے۔ لہذا شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی پیشگوئی جو انہوں نے اپنی کتاب ''خصوص الحکم'' صفحہ ۸۳ پر کی تھی جس میں آپ نے فرمایا تھا:

''آنے والے مسیح کی ولادت جو خاتم الولایت ہوگا توام ہوگی۔ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوگی اور اس کے بعد آپ کی ولادت ہوگی۔ جب آپ 1290 ہجری میں 40 سال کے ہوئے تو شرف مکالمہ ہوا یعنی آپ کو الہام ہونے شروع ہوئے۔

اسی طرح آپ کی وفات مورخہ 26 مئی 1908ء بمقام لاہور ہوئی۔ اس طرح آپ نے تقریباً 73 سال عمر پائی اور اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ نے تقریباً 85 کتب لکھیں۔ حضرت صاحب اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں فرماتے ہیں: میں نے جتنی پیشگوئیاں، الہام وکشوف بیان کئے ہیں اُن سے میرا مسیح موعود ہونا ثابت ہوجاتا ہے لیکن میرے آنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ:

☆ اسلام ایک زندہ اور سچا مذہب ہے۔

☆ انسان اپنی قوت سے خدا غیب الغیب کو ہرگز شناخت نہیں کرسکتا۔ جب تک خود خدا اپنے نشانوں سے شناخت نہ کرائے۔

☆ خدا سے تعلق پیدا نہیں ہوسکتا جب تک خود خدا انسان سے تعلق پیدا نہ کرے۔

☆ نفسانی خواہشات ہرگز نفس سے نہیں نکل سکتیں جب تک خدا کی طرف سے دل میں روشنی نہ ڈالی جائے۔

☆ یہ تعلق صرف قرآن کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی رُوح نہیں۔

☆ آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اُس حقیقی محبوب کا چہرہ دکھلاتی ہے یعنی قرآن شریف۔

آپ ملفوظات جلد اوّل صفحہ 197 پر فرماتے ہیں:

''مجدد جو آیا کرتا ہے وہ ضروریات وقت کے لحاظ سے آیا کرتا ہے۔ یہ استنجے اور وضو کے مسائل بتانے نہیں آتا۔ خدا جو تدبر اور حکیم خدا ہے کیا وہ نہیں دیکھتا کہ دنیا پر طبیعات اور فلسفہ کی زہریلی ہوا چلی ہے جس نے ہزار ہا انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ صلیب پرست عیسائیوں کے کس کس رنگ میں لکھوکھا رُوحوں کو خدا سے دُور پھینک دیا ہے۔ لہذا وہ کسرِ صلیب کرنے کے لئے آئے۔

آپ کی زندگی کے بارے میں اگر کوئی پوچھے تو جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب پوچھا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بتائیں کہ آپؓ قرآن اُٹھا کر کہتی ہیں کہ یہ اُن کی زندگی تھی۔ اسی طرح حضرت صاحب کی زندگی بھی قرآن اور حدیث کے مطابق تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''دنیا پر صرف ایک ہی سچا مذہب ہے جو اسلام ہے اور ایک ہی زندہ نبی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپکا فیض قیامت تک جاری و ساری ہے۔''

آپ کے کارنامے

آپ نے ثابت کیا کہ خدا واحد ہے اور اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ کیونکہ

خدا جیسے پہلے دیکھتا، سنتا اور باتیں کرتا تھا آج بھی ویسے ہی ہے۔ لاہور کا ایک نوجوان عبدالرحمٰن مصری جو برہمنوں کے گھر پیدا ہوا۔ جب نوجوان ہوا تو اُس نے اپنے پنڈتوں سے پوچھا کہ خدا تم سے بات کرتا ہے؟ اُنہوں نے کہا! نہیں، تب آپ نے عیسائی پادریوں سے پوچھا کہ کیا خدا تم سے بات کرتا ہے؟ اُنہوں نے بھی نہ میں جواب دیا۔ اُس کو کسی نے بتایا کہ قادیان میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ ہے وہ کہتا ہے کہ خدا اس سے باتیں کرتا ہے لہٰذا عبدالرحمٰن مصری صاحب قادیان پہنچ گئے اور وہیں کے ہوکر رہ گئے کیونکہ اُنہوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو خدا سے باتیں کرتا ہوا پایا۔

اسی طرح حضرت صاحب نے عیسائیوں کے خدا کو ماردیا اور آپ نے ثابت کردیا (قرآن سے) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کو تم خدا مانتے ہو۔ ایک نبی تھے اور وہ فوت ہوچکے ہیں اور اُن کی قبر کشمیر محلّہ خان یار میں واقع ہے۔ اب صرف ایک ہی سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔

آپ کے دور میں ہندوؤں کی ایک زبردست تحریک چلی ہوئی تھی جو مسلمانوں کو ہندو کرنے کی تھی۔ اس کو شدی تحریک کہتے تھے۔ جن کا سردار لیکھرام تھا وہ کہتا تھا کہ ہندوستان میں جو مسلمان ہیں اُن کو مسلمان بادشاہوں نے زبردستی مسلمان کیا تھا اُن کا دین ہندو ہے۔ لہٰذا اُن کو دوبارہ ہندو بن جانا چاہیے۔ اسی طرح وہ خدا پر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غلیظ باتیں کرتا تھا۔ حضرت صاحب نے اس کو چیلنج کیا وہ اپنی گستاخیوں سے بعض نہ آیا لہٰذا آپ نے فرمایا: ''یہ قتل ہوگا اور اس کا قاتل پکڑا نہ جائے گا لہٰذا اسی طرح ہوا۔''

آپ نے اپنے کشوف سے فرمایا کہ گرونانک صاحب مسلمان تھے اور اُن کے چولے پر قرآن شریف کی آیات لکھی ہوئی تھیں اور جو وہ گلے میں 'پوتلی' پہنتے تھے وہ قرآن شریف تھا لہٰذا دونوں چیزیں چیک کرنے پر یہ سچ ثابت ہوا۔

آپ کا ایک الہامی فارسی شعر ہے جس کا مطلب ہے کہ ''اب خسروی دور شروع ہوگیا ہے لہٰذا مسلمانوں کو دوبارہ مسلمان بنایا جائے گا کیونکہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں اُن میں روحانیت ختم ہوگئی ہے۔''

آپ نے فرمایا کہ روحانیت سیدوں سے ختم ہوگئی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اسی طرح اللہ کی حکمت یہ تھی کہ نبوت بنی اسرائیل سے لے لی گئی ہے اور اگلا نبی بنی اسماعیل سے ہوگا اسی طرح خاتم الخلفا اب فارسی النسل ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ روحانیت سیدوں میں ختم ہوگئی۔ وہ صرف چھلکے ہیں مغز نہیں۔

لہٰذا آپ نے مہر علی شاہ کو چیلنج کیا اور کہا کہ آؤ قرآن کی کسی صورت کی تفسیر لکھ کر دیکھتے ہیں خدا کس کے ساتھ ہے۔ لہٰذا آپ نے ''اعجاز مسیح'' کتاب 70 دنوں میں لکھ کر ثابت کردیا کہ خدا حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہے۔ مہر علی شاہ صاحب بہانے کرتے رہے لیکن قرآن کی کسی صورت کی تفسیر نہ لکھ سکے۔

آپ کو تلوار کی جگہ اللہ نے قلم دیا جس کو آپ نے تلوار کی طرح چلایا اور اسلام کا دفاع کیا۔ اسلام پر جتنے اعتراضات غیر مذاہب والے کرتے تھے ان کا جواب صرف حضرت صاحب ہی دیتے تھے اور ان کو لاجواب کردیتے تھے۔ جب آپ لکھنے بیٹھتے تو اسی قدر انہماک سے لکھتے تھے کہ اردگرد کتنا ہی شور بچوں بڑوں کا ہوتا۔ آپ لکھتے جاتے۔ ان کا یہ انہماک دیکھ کر حضرت علیؓ کا واقعہ یاد آجاتا ہے جب آپ کی ٹانگ میں تیر لگا تو لوگ نکالنے کی کوشش کرتے تو تکلیف ہوتی لہٰذا فیصلہ ہوا کہ جب آپ نماز پڑھ رہے ہوں تو تیر نکالا جائے یعنی آپ اسی قدر اللہ کی ذات میں فنا ہوتے کہ نماز کے دوران آپ کو ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی جب اُن کا تیر نکالا گیا یہی انہماک حضرت صاحب میں ہوتا تھا جب آپ کوئی کتاب اسلام کے دفاع میں لکھنے بیٹھتے۔

آخر یہ عظیم انسان اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امّتی جس کو خدا نے مندرجہ ذیل ٹائٹل دیئے تھے:

☆ مجدد صد چہاردہم ☆ مسیح موعود ☆ امام مہدی

مورخہ 26 مئی 1908ء میں اس دنیا سے کوچ کر گئے اور اپنے پیچھے ایک علمی خزانہ کتب کی صورت میں اور ایک دینی جماعت جس کا صرف ایک ہی مشن ہے کہ اسلام اور قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے۔ چھوڑ گئے۔

ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام پر چلنے کی، ان کے مشن کو پورا کرنے کی اور ایمان پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جماعت احمدیہ لاہور کے سو(100) سال

از: پروین چوہدری صاحبہ

الحمدللہ! جماعت احمدیہ لاہور کے قیام کو 100 سال پورے ہو چکے ہیں۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے اور موجودہ حالات بھی یہ تقاضا کرتے ہیں کہ آخر اس طویل مدت میں ہم احمدیوں نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟ یہ حساب کتاب بیشک دنیا داری کی باتیں بن جاتی ہیں مگر ہماری جماعت کا ایک مقصد ہے کہ مسیح موعودؑ نے آخری سالوں میں جو انجمن چند سر کردہ لوگوں کی بنائی تھی وہ صرف عہدیدار ہی نہ تھے بلکہ تبلیغ دین کی بڑی بھاری ذمہ داری تھی جو ان کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی۔ یہ چندلوگ کون تھے جو اپنے علم و کردار سے ہر اس کسوٹی پر پورے اُترتے تھے جو مسیح موعودؑ کے مصاحب ہونے کا حق ادا کرتے تھے۔ ہم جیسے ہر کس و ناکس اس ذمہ داری کے اہل نہ تھے۔ صرف اپنی اطاعت سے ہی اس جماعت کا حصہ تھے۔

ہماری جماعت کا ہر شخص بے شک مکمل طور پر نہ سہی جزوری طور پر ضرور اس بات سے آگاہ ہے کہ خلیفہ نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے بعد اس انجمن کی امامت کا جھگڑا کیوں کھڑا ہوا تھا۔ میت کو دفنانے کی جلدی کس کو نہ تھی، فکر تھی تو صرف یہ کہ خلیفہ ثانی کون ہوگا؟

مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے یہ خلافت چلانے کی کوشش سب سے زیادہ بشیرالدین محمود کے ماموں وغیرہ حریص تھے۔ باقی خوشامدی لوگ اس بات کو نہ صرف عزت و ناموس کا چکر بنا بیٹھے تھے بلکہ شرپسندی کو پاکیزگی میں لپیٹ کر خلافت کا سہرا مرزا بشیرالدین محمود کے سر پر رکھنا چاہتے تھے۔ یہی بشیرالدین محمود تھے جنہوں نے اپنے باپ کے ناموس کو مٹی میں ملا دیا اور یہ کہہ کر کہ 1901ء کے بعد مرزا غلام احمد نے واقعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی پچھلی تحریرات سے جن میں خود کو ظلی نبی کہا گیا تھا۔ منکر قرار دے دیا اور یہ کہہ کر کہ عوام الناس میں سے اگر کسی نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو انہیں نبی نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے (استغفر اللہ) خدا کے قہر سے ڈریئے۔ نبی آخرالزماں کی فضیلت انبیاء پر اور ان کی غلامی میں فخر کرنے والے غلام احمد کو اولاد نے یہ جسارت دے دی۔ خدا معاف کرے۔

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی ذکاوت اس شر سے بچنے کی تلقین کرتی تھی۔ مسیح موعودؑ کی تربیت اور نورالدین کی صحبت انہیں آنے والے وقت سے آگاہی فراہم کر رہی تھی۔ اگر خدا نے ان کا ہاتھ نہ پکڑا ہوتا تو پھر آج لاہور احمدی بھی اُسی مٹیالے پانی کی ندی میں بہہ رہے ہوتے۔ خدا احسان ہے کہ ہم آج سر اُٹھا کر چل رہے ہیں اور دنیا میں مسیح موعودؑ کا مقام مجدد اعظم کے طور پر پہچان کروا رہے ہیں۔

یہ گذرے سو سال ہر ہوشمند کو دعوت دے رہے ہیں کہ وہ اپنا محاسبہ کرلے کہ کیا انہیں مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر نقصان ہوا یا فائدہ؟ دنیادار جو معاشرے میں رہتے ہوئے

مشکلات کا سامنا نہیں کر سکے۔ اور دل چھوڑ بیٹھے ہیں یقیناً وہ کمزور لوگ ہیں۔ مگر نورالدین کی خلافت میں چھ سال گذارنے والے اٹھارہ سال متوکل غیر متزلزل یقین اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے حقیقتاً وہ نورالدین بنے اور بے بدل انسان کہلوائے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن لکھ کر جوان کو سناتے اور رائے لیتے وہ اس تفسیر کو بے نظیر بنا گیا۔

جب فساد بڑھ گیا کہ خلافت کا اہل کون ہے۔ تو مرزا بشیرالدین محمود نے اور ان کے احباب نے مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ اس صورت حال سے بددل ہو کر مولانا نے لاہور کا رُخ کیا۔ اور چودہ ارکان پر مشتمل انجمن کے آٹھ ارکان کے ہمراہ لاہور کا رُخ کیا اور احمدیہ بلڈنگ کو مرکز بنالیا۔

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے جو تفسیر قرآن قادیان میں شروع کی تھی۔ اس کی تکمیل لاہور میں ہوئی۔ آپ کے اصحاب نے اپنا اپنا مشن پکڑ لیا۔ اور اسے ترقی دینے میں رات دن لگ گئے۔ انہیں اصحاب میں خواجہ کمال الدین بھی ہیں۔

جنہیں ان کی انگریزی بولنے میں کمال اور وکیل ہونے کے ناطے نہایت دوررس نظر رکھنے والے ہوش مند انسان تھے۔ انگلینڈ بھیجا گیا۔ تاکہ ووکنگ کی ویران مسجد کو آباد کریں اور انگریزوں کو اسلام کی حقیقت بتائیں۔ ان ہی کی کاوشوں سے لارڈ ہیڈلے جیسے لوگ مسلمان ہوئے اور اسلام کی ترویج کا باعث بنے۔ قادیانیوں کو خواجہ صاحب سے ایک خاص مخاصمت ہے۔ وہ ان کی تکذیب اس حد تک کرتے ہیں کہ لارڈ ہیڈلے تو پہلے سے ہی مسلمان تھے صرف انہوں نے باضابطہ اعلان نہیں کیا تھا۔ خواجہ صاحب جھوٹ بولتے ہیں کہ انہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ حیات نور لکھنے والے عبدالقادر صاحب جو پہلے لالہ سوداگر کل تھے۔ خواجہ صاحب میں اس قدر کیڑے ڈالتے ہیں کہ پڑھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خواجہ کمال الدین صاحب سے کوئی ذاتی دشمنی ہے۔

بہر حال مسیح موعودؑ کے اس مشن کو جاری رہنا تھا۔ جو مرکز لاہور بن گیا۔ یہیں سے بیرونی ممالک میں مشن کھل گئے۔ دنیا کے پیشتر ممالک میں لاہور احمدیوں کے مشن ہیں اور قرآن کے مختلف زبانوں میں تراجم کے علاوہ مسیح موعودؑ کی کتب کے تراجم بھی ہورہے ہیں۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے کتابوں کے بھی مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں اور دوسرے ممالک کی لائبریریوں بھی بھجوائے جاتے ہیں۔ امریکہ کی جماعت بڑی سرگرم ہے۔ لاہور جماعت میں آپ کے نادرِ روزگار مخلص احمدی اس کی ترقی اور حقانیت کا باعث بنے ہیں۔ جناب شیر محمد خوشابی جیسے ستارے بھی ہیں جنہوں نے اپنی ذہانت اور بے مثال دلائل سے جنوبی افریقہ کی عدالت سے احمدیوں کا مقدمہ جیتا۔ دنیا کچھ بھی کہے، کیسی الزام تراشی کرے۔ سچائی پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ ہم احمدی مرزا غلام احمد کو صرف مسیح موعودؑ جانتے ہیں اور مہدی زماں مانتے ہیں۔ ان کے الہامات اور کشوف ایسے نہیں کہ زبانی کلامی ان کو جھٹلایا جاسکے۔ ان کے پاس رہنے والوں نے رات دن ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور الہامات اور کشوف کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ نور الدینؓ اور محمد علیؒ جیسی شمعیں ان کے نور سے جلا پاتی رہیں۔ اس کا شاہد تو ایک زمانہ ہے۔ مسیح موعودؑ کی وفات پر غیر مسلم مدبروں نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا کہ اسلام کا بے نظیر عالم اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ ان کی پاکیزگی اور سچائی کی شہادتیں دی ہیں۔ اخبارات نے ایڈیٹوریل نکالے ہیں۔ یہ مخالفین ان کی حقیقت کو مٹا نہیں سکیں گے۔ میری اپنی ذاتی زندگی کا ہر کام ہر تجربہ میرے اس یقین کو اور بھی پختہ کرتا گیا کہ میرے آباؤ اجداد نے جو راستہ ہمیں دکھایا ہے۔ وہ خدا کا منشا ہے۔ میں ہمیشہ ضرورت سے زیادہ سچ بول جاتی ہوں۔ اکثر زندگی میں تلخیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بابنگ دہل احمدی ہونے کا سچ بولنا بہت بڑے نقصان کا موجب بنا۔ بشری تقاضے کے اسے نقصان جانا مگر آہستہ آہستہ اس حقیقت کو آشکار ہوتے دیکھا کہ اس نقصان کے پیچھے کیسا رسیلا پھل ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ اس نے میرے یقین کو متزلزل ہونے نہیں دیا۔ آنے والا ہر دن ایک نیا چیلنج تھا۔ مگر خدا کو پکاریں تو بندے کے لئے میرا رب دوڑ کے آتا ہے۔ خدا سے محبت کیجئے۔ اسے آزمانے کی غلطی کبھی مت کیجئے۔ اس کی مشیت سے ڈریئے۔ خدا اپنی ہی تخلیق سے بے حد محبت کرتا ہے۔ ہاں ایک شفیق ماں کی طرح بچے کو غلطی پر سرزنش ضرور کرتا ہے اور بار بار غلطی پر سزا بھی ضرور دیتا ہے مگر اس کا رحم اور شفقت اس کے غصے پر غالب ہیں۔ انسان معافی مانگے تو بہت خوش ہوتا ہے۔ اور بندے کے واپس اس کی طرف پلٹنے پر دوڑ کر آتا ہے۔ بندہ دس قدم چلے تو وہ سو قدم تیزی سے آتا ہے۔ اپنے آپ کو اس کی رحمت اور شفقت کا حقدار بنایئے۔ غلطیوں سے اجتناب کیجئے۔ اور غلطی یا گناہ ہونے پر معافی طلب کریں۔ خدا رحمٰن بھی ہے رحیم بھی۔ انسان کو عقل ہوش اسی لئے دی گئی ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کریں اور صحیح معنوں میں خدا کے بندے بنایئے۔ تاکہ غلام احمد نے جس کی غلامی میں سروری پائی ہے۔ ہم بھی اسی احمد سے محبت کرنا سیکھ جائیں تو احمد کا خدا ہمارا ہو جائے گا۔

☆☆☆☆

راہِ وفا کے مسافر (پیغام صلح یکم مئی ۱۹۸۹ء)

حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور

جانے والوں کی کمی پوری کبھی ہوتی نہیں
آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائے گا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۷ء میں آپ نے وکالت کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے ۱۹۰۳ء تک پشاور میں پریکٹس کی۔ اس سے پہلے ۱۸۹۳ء میں آپ حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کر چکے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں آپ لاہور رہے۔ آپ حضرت مرزا یعقوب بیگ حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب یہ چار خادم حضرت صاحب کے لاہور میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ بیان عطا کیا تھا۔ آپ نے دینی سلسلہ میں افریقہ، یورپ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سفر کئے۔ دو مرتبہ مکہ مکرمہ گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء میں اور دوسری مرتبہ لارڈ ہیڈلے کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جماعت احمدیہ کے ان مایہ ناز فرزندوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ کے منشاء کے مطابق ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر کے اور تمام دنیوی مفادات پر لات مار کر اعلائے کلمتہ اللہ کو اپنی زندگیوں کا مطمع نظر بنایا۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان تک قربان کر دی۔ اس لحاظ سے خواجہ کمال الدین صاحب کا نام سرفہرست لکھا گیا۔

خواجہ صاحب احمدیت میں کیسے آئے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے کیا فیض انہوں نے حاصل کیا اور خدمتِ دین کے کیا کیا کام سرانجام دیئے۔ اس کی داستان حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی زبانی سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے۔ بی ایل ایل بی تھے۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے دماغ میں دنیا کی ترقیات کی تمناؤں میں مذہب کو کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ مثل ہے جوانی دیوانی۔ خواجہ صاحب پر اس دیوانی کا بھی اثر تھا۔ یہاں تک کہ آزادروی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کچھ تو مشن کالج کے مشہور پادری پرنسپل ڈاکٹر یوانگ اور ان کے ہم مشنریوں کا اثر اور کچھ طبیعت کی معقول پسندی نے یہ خیال دماغ پر مستولی کر دیا کہ جب دنیا میں مقصود خاطر ہے اور مذہب ایک اخویت ہے تو پھر کیوں نہ عیسائی مذہب اختیار کیا جائے۔ جس کے پیروؤں کی وجاہت اور حکومت اور جس کی سوسائٹی کا تعیش و تنعم آج اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جب پادری یوانگ اور دوسرے پوادر کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اور بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے اور اب یہ عالم ہوا کہ ڈاکٹر یوانگ اور پادریوں کی دعوتیں خواجہ صاحب کے گھر ہوتی تھیں اور خواجہ صاحب دن رات ان کے ہاں مدعو رہتے تھے اور بائبل کے تبلیغی جلسوں اور محفلوں میں عیسائیت کی تائید کرنا خواجہ صاحب کا کام تھا۔ جہاں کوئی اور متنازعہ فیہ امر درمیان میں آیا اور کسی نے پادریوں پر اعتراض کیا اور ڈاکٹر یوانگ نے خواجہ صاحب کو مخاطب کیا اور یہ فوراً تصدیق و تائید کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ادھر جناب الٰہی کی رحمت نے دستگیری کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' خواجہ صاحب کے ہاتھ پڑ گئی۔ کس طرح ان تک پہنچی اس بات کا علم نہیں۔ مگر کتاب پہنچی اور خواجہ صاحب نے پڑھی۔ خدا جانے کیا اثر قلب پر ہوا کہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی اور خدا کی معرفت کی روشنی کے لئے دل کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ جس آگ کے گڑھے میں گرنے کی تیاریاں کر رہے تھے وہ اب صاف نظر آنے لگا۔ اپنے انجام کا سوچ کر کانپ اٹھے، اپنی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے توبہ کی۔

پادری یوانگ حسبِ معمول اپنی تبلیغی مجلس میں عیسائیت کو پیش کر کے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیوں خواجہ صاحب میں نے ٹھیک کہا؟ انہوں

نے بیٹھے بیٹھے اس خیال کی ایسی تردید کی کہ پادری حیران رہ گیا۔ جلدی سے کہنے لگا خیر خیر، خواجہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کے بعد فوراً مجلس برخاست کر دی اور علیحدہ لے جا کر ان سے سبب پوچھا کہ آج آپ نے عجیب طرح کے خیالات کا اظہار کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ:

''بات یہ ہے کہ میرا مذہب اب تک فقط دنیا طلبی تھا اور اس کے لئے عیسائیت سے بڑھ کر مجھے کوئی مذہب نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں عیسائی ہونے کے لئے تیار تھا لیکن میں نے ایک مردِ خدا کی کتاب پڑھی ہے۔ اس سے مجھے دنیا ہیچ نظر آنے لگی ہے اور اس کتاب نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ دینِ حقہ کے سوا آج کوئی مذہب، مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ صرف وہی ایک مذہب ہے جو خدا تک آج بھی بندہ کو پہنچاتا ہے اور یہی مذہب کی غرض و غایت ہوسکتی ہے۔ پس میں اس کتاب کو جس کا نام ''براہین احمدیہ'' ہے پڑھ کر نئے سرے سے مومن ہوا ہوں اور یہ وہ دین ہے جو ماں باپ کے گھر سے نہیں بلکہ علم و حکمت کے در سے مجھے ملا ہے اس لئے میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔

براہین احمدیہ اور حضرت صاحب کا نام نامی کفر کے لئے بالعموم اور عیسائیت کے لئے بالخصوص موت کی گھنٹی تھی۔ پادری اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور ان کا یہ شکار ہاتھ سے نکل گیا لیکن بایں ہمہ ابھی خواجہ صاحب کے دل میں طرح طرح کے وساوس موجزن تھے اور بداعمالیوں اور بگڑی ہوئی عادتوں کو چھوڑنا آسان کام نہ تھا۔

حضرت صاحب قادیان سے ملتان تشریف لے جا رہے تھے تو امرتسر کے اسٹیشن پر خواجہ صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے خلافِ معمول خواجہ صاحب کو زور سے سینے سے لگایا اور بیعت بھی لی۔ یہ غالباً ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے۔

خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب کے سینے سے لگتے ہی میرے دل کو ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون حاصل ہوا اور وساوس تو سینے سے یوں ڈھل گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ اور دل یقین اور معرفت کی لذت سے بھر گیا اور ہر ایک بُری بات سے یک قلم نفرت ہوگئی اور وہ ٹھنڈک مہینوں مجھے قلب میں محسوس ہوتی رہی اور عبادت کا وہ ذوق وشوق پیدا ہوا کہ شب بیداری، تہجد اور نمازوں میں خشوع وخضوع کا وہ عالم ہوا کہ کسی طرح ان چیزوں سے میری ہی نہ ہوتی تھی غرضیکہ تقویٰ اور عبادت کا ایسا رنگ غالب ہوا کہ ہم نشینوں کو حیرت ہوگئی۔ صحیح راستے پر لگنے سے دماغ کے فطری جوہر بھی کھلنے لگے۔

سب سے پہلے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ان کا لیکچر ''قرآن اور سائنس'' پر ہوا۔ لوگ ہنستے تھے کہ خواجہ صاحب نے کیا بولنا ہے مگر خواجہ صاحب بولے اور ایسا بولے کہ جلسہ دنگ رہ گیا۔

خدا کی شان وہ دہریہ منش خواجہ جو عیسائی ہونے جا رہا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد کے فیضانِ روحانی سے وہ علم و معرفت حاصل کرتا ہے کہ یورپ میں صدہا عیسائیوں اور دہریوں کو دینِ حقہ میں لانے کا موجب بنتا ہے۔ وہ جو دنیا طلبی اپنا مذہب رکھتا تھا دنیا کو لات مار کر دین کو اس طرح مقدم کرتا ہے کہ چلتی ہوئی ہزار روپے ماہوار کی وکالت چھوڑ کر پردیس میں ڈیرے لگاتا ہے۔ وہ جو خدا سے بھاگا پھرتا تھا راتوں کو تہجد میں اس کی آہ وزاری کی آوازیں عرش تک پہنچنے لگیں۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کا فیض مجھے انگلستان میں بھی برابر پہنچتا رہا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ انگلستان میں دہریوں کی ایک ادبی مجلس میں خدا کی ہستی پر میرا لیکچر تھا۔ لیکچر کے بعد پانچ پانچ منٹ سوال و جواب کے لئے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ خدا کی ہستی پر اکثر مباحثہ دہریوں سے ہو جو منکر خدا ہیں تو انکار کے رنگ میں اعتراض کر دینا تو پانچ منٹ میں بہت مشکل کام ہے۔ لیکن خدا کا یہ فضل تھا کہ جس وقت وہ اعتراض کرتے تھے تو جواب میرے پاس گھڑا گھڑایا تیار ہوتا تھا۔ وجہ یہ کہ ان تمام اعتراضوں کے جوابات حضرت صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھے ہوئے تھے۔ جو میں نے پڑھے ہوئے تھے اور مجھے یاد تھے۔ وہ جواب سن کر دہریوں میں کھلبلی مچ گئی اور مباحثہ ختم ہونے کے بعد انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شکریہ ادا کیا کہ آج آپ نے ہمیں نیا علم دیا ہے لیکن میں دل ہی دل میں حیران تھا کہ الٰہی ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا شخص نئے سے نئے زمانہ کے معترضین کے اعتراضوں کا جواب آج سے سال ہا سال قبل لکھ گیا اور حالت یہ تھی کہ آپ نے نئے زمانہ کے علوم کو مطلق پڑھا نہ تھا۔ انگریزی آپ قطعاً نہ جانتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں کی علمی سوسائیٹیوں سے آپ بالکل بیگانہ

تھے۔ اخبار بین آپ نہ تھے پھر کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے کہ یہ علوم آپ کو خدا کی طرف سے نہیں ملے جس طرح حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ شعر لکھا تھا کہ:

امّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

وہی بات آج ہمیں نظر آتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کا ایک غلام کس طرح ایک گمنام گاؤں قادیان میں ان علوم کا وارث ٹھہرتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ شروع میں ایک دفعہ پادری زویمر نے ہمارے خلاف انگلستان میں بڑا پروپیگنڈہ کیا تو رؤیا میں میں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور میری ٹانگوں کو زور سے دبایا اور فرمایا کہ میں نے پادریوں کے مقابلہ میں تمہاری ٹانگوں کو خدا کے فضل سے مضبوط کر دیا ہے۔ انشاء اللہ اب متزلزل نہ ہوں گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہم اس پادری پر غالب آئے اور ہمارے قدم انگلستان میں بیش از بیش جم گئے۔

حضرت صاحب نے ایک کشف جو ۱۸۹۱ء میں دیکھا اور جو ''ازالہ اوہام'' میں آپ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

''میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے دین کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا''۔

اور یہ بھی آپ نے لکھا تھا آخری زمانہ میں مغرب سے طلوع شمس کی جو خبر حدیثوں میں آئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کا سورج مغرب ممالک سے طلوع ہوگا۔

اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا چنانچہ خواجہ صاحب نے انگریزوں کی شکل میں سفید پرندے پکڑنے شروع کر دیئے اور ان کی جدوجہد سے جناب الٰہی سے یہ دوسری نصرت آپ کو عطا ہوئی کہ لارڈ ہیڈلے جیسا باوقار انسان آپ کے ہاتھ میں اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا۔ ان کے علاوہ سر عبداللہ آرچی ہیلمٹن، سر عمر ہیوبرٹ، مسٹر محمد مارماڈیوک وغیرہ بڑی بڑی ہستیاں آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش دین ہوئیں۔ جس پر انگلستان اور برصغیر ہندوپاک بلکہ تمام دنیا میں بہت بڑا اشہرہ ہوگا۔ اور خواجہ صاحب کی کوششوں کو چاروں طرف عزت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔

لارڈ ہیڈلے کا مذہب تبدیل کرنا تھا کہ انگریزوں کے تعلیم یافتہ اور فہمیدہ طبقہ کے لئے دین حقہ میں آنے کا ایک دروازہ کھل گیا۔ اور پے در پے کئی انگریز نئے دین میں شامل ہو گئے جس سے مذہبی دنیا میں ووکنگ مشن اور جماعت احمدیہ کا وقار بڑھ گیا اور وہ جو مذہبی حلقہ کے دلوں میں ایک رعب تھا کہ دین یورپ کے سائنسدانوں اور مادہ پرستوں پر اثر نہیں کر سکتا۔ وہ جاتا رہا اور دین کی صداقت و معقولیت پر دلوں میں از سر نو ایمان ہو گیا۔

اسی دوران خواجہ صاحب نے ایک ماہوار انگریزی رسالہ جاری کیا جس میں دین کے محاسن اور پاکیزہ تعلیمات کو آپ نے اس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا کہ خواہ مخواہ پڑھنے والوں کے دلوں کے لئے دین کی طرف کشش کا موجب ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب ووکنگ میں اکیلے کام کرتے تھے اور خود ہی رسالہ کے مضامین لکھتے۔ خود ہی اسے چھپواتے اور بنڈل باندھ کر اور اپنی پیٹھ پر لاد کر خود ہی ڈاک خانہ میں لے جاتے تھے۔ ان کی اس بے نفسی اور محض للہ محنت کشی کو اللہ تعالیٰ نے چار چاند لگا دیئے اور نہ صرف ان کے منشی نور احمد جو ایک متقی بزرگ تھے اور وکالت کے کام میں ان کے منشی رہ چکے تھے ان کی امداد کے لئے ووکنگ پہنچ گئے۔ بلکہ اور رنگ میں بھی ان کی نصرت و امداد اللہ تعالیٰ نے کی۔

۱۹۱۴ء میں خواجہ صاحب مشن کے لئے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے وطن واپس آئے اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب ان کی جگہ کام کرنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے بھی خواجہ صاحب کی طرح تکالیف اٹھا کر اعلائے کلمۃ اللہ کو جاری رکھا اور خدا نے انہیں بھی بہت بڑی کامیابیاں عطا کیں جن کی تفصیل اس مضمون کا موضوع نہیں۔

خواجہ صاحب نے واپس آ کر گھر میں آرام نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ جا کر ووکنگ مشن کے لئے ہندوستان کے نوابوں اور رؤسا سے امداد حاصل کی۔ اس کے علاوہ

انہوں نے جماعت کے اندرونی اختلافات پر بھی بہت کچھ لکھا اور حضرت صاحب کی اصل پوزیشن اور صحیح اعتقادات کو واضح کیا۔ احمدیت پر آپ کے آخری ایام کی تصنیف کردہ کتاب ''مجددِ کامل'' قابل قدر ہے۔ جس میں آپ نے ایک طرف تو جماعت احمدیہ کو باہمی اخوت بڑھانے کی تلقین کی اور یہاں تک لکھا ہے کہ خدمتِ دین میں تم چین ماچین تک چلے جاؤ مگر تم ناکام ہو، جب تک تم اخوت میں ترقی نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف خدمتِ دین کے لئے احمدیت کو اس رنگ میں پیش کرنے پر زور دیا ہے جس طرح جماعت احمدیہ حضرت مرزا صاحب کے وقتوں میں آپ کو پیش کرتی تھی۔

۱۹۱۷ء میں خواجہ صاحب پھر انگلستان تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب واپس آ گئے لیکن پھر ۱۹۱۹ء میں خواجہ صاحب کو دینی اغراض کے لئے غیر ممالک کا سفر کرنا پڑا اور حضرت مولانا صدرالدین کو دوبارہ وہاں جانا پڑا۔ خواجہ صاحب کو ان سفروں میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی جہاں کہیں بھی گئے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا گیا۔ ان کے مسحور کن لیکچروں سے ایک دنیا مسخر ہوگئی۔ اور مشن کے لئے خاصی امداد حاصل ہوئی جس کے بعد خواجہ صاحب پھر ۱۹۲۱ء میں ووکنگ پہنچ گئے۔

ووکنگ میں کام کرنے سے خواجہ صاحب کی صحت خراب ہوگئی۔ آپ بیماری کی حالت میں مشن کا کام دوسروں کے سپرد کر کے واپس چلے آئے اور یہیں ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء لاہور میں بیماری کی حالت میں کام کرتے ہوئے وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ صاحب نے نہ صرف لیکچروں اور ریویو کے ذریعہ دین کا پیغام دنیا کو پہنچایا بلکہ انگریزی اور اُردو میں کئی اعلیٰ درجہ کی تصانیف بھی کیں جن میں سے حسبِ ذیل کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

(1): Towards Islam

(2): Sources of Christianity

(3) The Ideal Prophet

(4): The Threshold of Truth

(5): The Existance of God

(6): Woman in Islam

(7): The Greatest of the Prophet

(8): Message of Islam

اس کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے رسائل بھی آپ نے تصنیف کیے۔

اعلائے کلمتہ اللہ کا جذبہ خواجہ صاحب کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ مرض الموت میں بھی انہوں نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے اور قلم ہاتھ میں پکڑنے کا یارانہ رہا تو اپنے بھائی خواجہ عبدالغنی صاحب کو مضامین لکھواتے رہے۔ حتیٰ کہ آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

عبادت گذاری اور زہدہ تورع کے لحاظ سے بھی خواجہ صاحب کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ اور وہ پنجوقتہ نمازوں اور تہجد گذار ہونے کے علاوہ بھی خاصہ وقت عبادت الٰہی میں گذارتے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی دینی سرگرمیاں اور رات دن کا مشغلہ سب عبادت ہی عبادت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں انہیں قرب کا جو درجہ حاصل ہوا اس نے انہیں صاحب کشف بھی بنا دیا تھا۔ یہ سب کچھ درحقیقت حضرت بانی سلسلہ کے انفاس قدسیہ اور فیوض روحانی کا نتیجہ تھا جن کی صحبت نے آپ کو کیمیا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۳۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو خطبہ جمعہ میں امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب کی عظیم الشان خدمات اور ان کی زبردست قوتِ ایمانی کا تفصیلاً ذکر کیا اور اپنے اور خواجہ صاحب کے تعلقات کے ذکر میں فرمایا:

''ایسے انسانوں کو جن کے نام آسمان پر روشن ہو جائیں مٹی کے نیچے دفن کرنے سے فرق نہیں آتا۔ میرا ذاتی تعلق ان سے ایک لمبے عرصے سے تھا۔ ۱۸۹۴ء میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت ہم دونوں اکٹھے اسلامیہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ ویسے انہوں نے بی اے کا امتحان مجھ سے ایک سال پہلے دیا تھا۔ وہی میری بیعت کا بھی موجب ہوئے گو حضرت مرزا صاحب کا علم مجھے پہلے سے ہی تھا اور اسی وقت سے محبت پیدا ہوگئی تھی اور آپ کے دعویٰ کی تصدیق بھی کرتا تھا۔ ابتداء ہی میں میں نے جب آپ کی کتاب ازالہ اوہام دیکھی تو آپ کی

صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہوا۔ ہم دونوں بھائی مولوی عزیز بخش صاحب اور میں اس کے گواہ ہیں کیونکہ ہم دونوں اکٹھے پڑھتے تھے اور دونوں کی قلبی کیفیت ایک ہی تھی۔ تیسرے ہمارے والد بزرگوار بھی تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں شامل ہونے کے محرک یہی محترم دوست تھے جن کا ذکر میں کر رہا ہوں۔ وہ مجھ سے پہلے بیعت کر چکے تھے اور وہی مجھ کو ۱۸۹۷ء میں قادیان لے گئے اور وہاں پہنچ کر میں حضرت صاحب کی بیعت میں شامل ہو گیا۔ میں اس حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ بیعت سے میرے اندر ایک بھاری انقلاب پیدا ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بچپن سے نماز کی عادت تھی اور والد صاحب کی وجہ سے دینداری کا اثر غالب تھا لیکن حضرت صاحب کی بیعت جب میں نے کی تو پہلی حالت اور دوسری حالت میں ایک بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ خواجہ صاحب اسی بارے میں میرے راہنما ہیں۔ اگر اس پہلی حالت میں پڑا رہتا تو کچھ خدمات کا جو مجھے موقع ملا اور جو روشنی حاصل ہوئی اس سے محروم رہتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محترم دوست کا بڑا حصہ ہے اس نیکی میں سے جو مجھے نصیب ہوئی۔ یہ ۱۸۹۷ء کا ذکر ہے اس وقت سے ہمارے تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے اور خدا کے فضل سے یہ تعلق آخر دم تک قائم رہا''۔

(پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۳۳ء)

بڑے اور چھوٹے، عالم و جاہل ہر طرح کے لوگوں کی میں نے نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن جس استغراق، محویت اور خضوع و خشوع سے میں نے خواجہ صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور ایک ایسا نقش قائم کر دیا جو آج تک موجود ہے۔

نماز کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ محسوس نہ کر سکے تو یہ خیال تو ضرور اپنے دل میں قائم کر لے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ خواجہ صاحب کی نماز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ بغیر اس احساس کے وہ محویت، وہ استغراق، وہ خضوع و خشوع کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کے ایک مجسم پیکر خواجہ صاحب نظر آ رہے تھے۔

☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر 20: اسلام میں مزدوروں کے حقوق

(۳): خواتین بھی مزدوری کریں تو انہیں ان کا حق ادا کیا جائے۔

(۴): ایک اسلامی فلاحی ریاست میں مزدوروں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ روٹی، کپڑا، مکان اور علاج کے لئے مزدوروں کی کفالت کی جائے۔

(۵): مخیّر حضرات اور NGOs مزدوروں کی کفالت کریں۔

(۶): بچوں سے مزدوری کروانا ان پر ظلم ہے۔ حکومت مزدور بچوں کو تعلیم دلائے اور ان کے غیب گھرانوں کی کفالت کرے۔

(۷): مزدور بوڑھے ہو جائیں تو انہیں سوشل سیکورٹی مہیا کی جائے۔ یہ حکومت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک نابینا بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا۔ وہ جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگ رہا تھا۔ آپؓ نے اس کا جزیہ معاف فرما دیا اور اس کی کفالت کا اہتمام فرمایا اور اس کے لئے وظیفہ بھی جاری فرما دیا۔

(۸): حکومت کا فرض ہے کہ مزدوروں کی بچیوں اور بچوں کی شادی کا بھی اہتمام کرے۔ اس ضمن میں قانون سازی کے ذریعے ملوں اور فیکٹریوں کے مالکوں کو پابند کیا جا سکتا ہے کہ وہ مزدوروں کے بچوں کی شادیوں کا سادہ طریقے سے اہتمام کریں۔

(۹): ٹھیکیداروں کا فرض ہے کہ وہ مزدوروں کو مزدوری کرتے وقت سیفٹی بیلٹ مہیا کریں اور حادثات کے خلاف انہیں مناسب لباس اور وردیاں مہیا کریں تا کہ وہ محفوظ ماحول میں کام کر سکیں۔

(۱۰): لیبر کورٹس ہر قسم کے مزدوروں کے حقوق کی پاسبانی کریں۔

☆☆☆☆

اسلام میں مزدوروں کے حقوق

از: قاری ارشد محمود صاحب

پوری دنیا میں یکم مئی کو مزدوروں کا دن منایا جاتا ہے۔اس دن کو ''یوم مئی'' یا ''لیبر ڈے'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دی ہچنسن انسائیکلوپیڈیا (The Hutchinson Encyclopedia) کا فاضل مقالہ نگار یوم مئی کے حوالے سے صفحہ نمبر 606 پر یوں بیان کرتا ہے:

''گو مزدوروں کے احترام میں ہر سال یوم مئی منایا جاتا ہے تاہم یہ دن کینیڈا اور امریکہ میں ہر سال ماہ ستمبر کی پہلی سوموار کو منایا جاتا ہے''۔

ماضی قریب میں شکاگو کے شہر میں مزدوروں کے حقوق کی تحریک کا آغاز ہوا جس کی بنیاد پر اب تمام دنیا کے ممالک مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے یوم مئی مناتے ہیں۔اس کے برعکس 1400 سو سال پہلے مزدوروں کے حقوق کے نقیب اوّل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوالِ مبارکہ اور عمل مبارکہ سے مزدوروں کے حقوق تعین فرمائے۔

1991ء بمطابق 1411 ہجری میں بیروت (لبنان) کے مشہور ادارے دارالکتب العلمیہ نے احادیث مبارکہ کا ایک نہایت خوبصورت مجموعہ بعنوان **مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ** شائع کیا ہے۔اس کے مئولف السید احمد الہاشمی ہیں۔اس نادر کتاب میں خاتم النبیین ورہنمائے کاروانِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشادات عالیہ درج ہیں جن میں مزدوروں کے حقوق اور ان کے مرتبے کے بارے میں بیان ہے۔سب سے پہلے اس کتاب کے صفحہ نمبر 54 پر درج شدہ حدیث پاک ملاحظہ ہو۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:''اجیر یعنی مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کرو''۔یہ حدیث پاک بیہقی نے روایت فرمائی ہے۔

اب دوسری حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں جو کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ نمبر 318 پر درج ہے۔تاجدار انبیاء سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ:''جو شخص اپنے ہاتھوں سے کمائی یا مزدوری کرتے ہوئے دن گذارے تو اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے''۔

اس حدیث پاک کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں۔اس حدیث پاک میں **کــالا** کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معانی فاضل مئولف السید الہاشمی نے فوٹ نوٹ میں یوں دیئے ہیں:

ترجمہ:''یعنی جس مزدور کے ہاتھ مزدوری کر کے تھک جائیں''۔

اب مندرجہ بالا مجموعہ حدیث میں بیان کردہ تیسری حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کا اس حال میں دن گذرا کہ رزقِ حلال کی تلاش میں اس کے ہاتھ تھک جائیں تو اسے بخش دیا جاتا ہے''۔یہ حدیث مجموعہ حدیث مذکورہ بالا کے صفحہ نمبر 320 پر درج ہے۔

بیروزگاری عصر حاضر کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔آبادی کی کثرت،محدود وسائل اور خودکار صنعتی یونٹوں (Automation) نے بیروزگاری میں اور زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔بیروزگاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی تھی۔غربت عام تھی اور وسائل محدود۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سوالی آیا۔آپؐ نے اس کو کچھ عطا کرنے کی بجائے اسے باروزگار بنانے کا پروگرام بنایا۔

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص سائل کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔آپؐ نے اسے کچھ دینے کی بجائے اس کا پیالہ اور بچھونا فروخت کرنے کا حکم دیا۔یہ دونوں چیزیں ایک شخص نے دو درہم میں خرید لیں۔آپؐ نے یہ درہم انصاری کو دے کر فرمایا کہ

ایک درہم سے غلہ خرید کر گھر والوں کو دے اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑا خرید کر لاؤ۔ آپؐ نے اس کا کلہاڑا لیا اور اس میں دستہ لگا دیا اور فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا۔ جب واپس آیا تو دس درہم کما چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا (خود کما کر کھانا) تیرے لئے بہت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن تو اس حال میں آئے کہ تیرے چہرے پر داغ نمایاں ہوں۔

اس واقعہ میں عصر حاضر کے بے روزگار نوجوانوں کے لئے بے شمار اسباق مضمر ہیں۔ بے روزگار نوجوان اگر محنت مزدوری کی عظمت پر یقین رکھیں اور محنت شاقہ سے کام کریں تو قوم کی حالت بدل سکتی ہے۔ اگر وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور محنت مزدوری کریں تو اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''انسان جتنی کوشش اور محنت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک مزدور کے زخم دیکھے تو آپؐ آبدیدہ ہوگئے اور آپ نے اسے چوما۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے بہتر کمائی وہ ہے جو کسی نے اپنے ہاتھوں سے حاصل کی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو بہت اعلیٰ وارفع مقام عنایت فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے''

کسی اور مذہب نے مزدور کو اتنا بلند مقام نہیں دیا جو ہمیں اسلام میں ملتا ہے۔ ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے حلال لقمہ وہ ہے جو انسان نے اپنے ہاتھوں سے کمایا ہو۔ بخاری شریف میں ایک حدیث درج ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ افضل ترین رزق وہ ہے جسے کسی نے اپنی محنت سے اپنے اہل وعیال کو کھلایا ہو۔

ایک اور حدیث کے مطابق برکتیں تین قسم کی ہیں۔ ان میں افضل ترین برکت اس کمائی میں ہے جو انسان اپنے ہاتھوں سے کمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوری کو پسند فرمایا۔ مسجد نبویؐ سے مسجد قبا کی تعمیر میں آپؐ مزدوروں کی طرح پتھر اٹھاتے رہے اور تعمیر کے کام میں حصہ لیا۔

غزوہ خندق کے موقع پر بھی عملی طور پر آپؐ نے سپہ سالار اعظم ہونے کے باوجود مزدوروں کی طرح کام کیا۔ آپؐ نے اپنے شکم مبارک پر تین پتھر باندھ رکھے تھے

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جن پر ہم قربان جائیں خلافت کے تیسرے روز مزدوری کے لئے اپنے ہاتھوں میں کپڑے کے تھان لئے اس پر حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وظیفہ مقرر فرما دیا گیا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر بارِ خلافت کی وجہ سے مزدوری کرنا مناسب نہ تھا۔

جبکہ ہمارے ہاں کیفیت کچھ اس کے برعکس ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک مزدور سے پوچھا کہ آج یوم مئی ہے اور سرکاری طور پر چھٹی ہے تم پھر بھی مزدوری کر رہے ہو؟ اس نے بڑے ہی طنزیہ انداز میں جواب دیا کہ بھائی چھٹی مزدوروں کو ہے ہم آفیسر ہیں۔ جو کام پر آئے ہوئے ہیں۔ چوک میں کھڑے ہوئے مزدور اپنے سر پر صافہ رکھے ہوئے اور پاؤں میں ٹوٹی ہوئی جوتی پہنے ہوئے یوم مئی سے بالکل بے خبری کے عالم میں کھڑے اس بات پہ خاموش احتجاج کر رہے تھے کہ کیا ہے مزدور ڈے؟ اور کیا مقصد ہے مزدور ڈے کا؟ مزدور آج بھی اس چکی میں پس رہا ہے جس میں آج سے کئی سال پہلے پس رہا تھا۔ مزدور کے ساتھ ظلم وستم آج بھی وہی ہے جو دورِ جاہلیت سے چلا آرہا ہے۔ مزدور کی کیفیت آج بھی وہی ہے کہ اس سے مزدوری تو فرعون بن کر کروائی جاتی ہے اور اس کی محنت کا صلہ اس کو خیرات سمجھ کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام کے اندر مزدور کی بڑی عزت اور عظمت بتائی گئی ہے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دینی چاہیئے''۔ جبکہ ہمارے ہاں مزدور کا پسینہ تو دور کی بات اپنے حق کی وصولی کے لئے اس کا خون تک خشک ہو جاتا ہے مگر اس کا حق وصول نہیں ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے مزدوروں کے حقوق کا تعین یوں کیا جاسکتا ہے:

(۱): مزدور کو اس کی مزدوری فی الفور ادا کی جائے۔

(۲): اس کی مزدوری معقول ہونی چاہیے۔ مزدور کا استحصال ممنوع ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 18)

درس قرآن۔۴۰

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''کیا تو نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں (کے واقعہ) پر غور نہیں کیا۔ جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ اس نے کہا کہ تم سے کچھ بعید نہیں کہ اگر جنگ کرنا تم پر ضروری ٹھہرایا گیا تو تم جنگ نہ کرو۔ انہوں نے کہا ہمارا کیا عذر ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے جدا کئے گئے ہیں۔ پھر جب ان کے لئے جنگ کرنا ضروری ٹھہرایا گیا تو ان میں سے تھوڑوں کے سوائے باقی پھر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ اور ان کے نبی نے انہیں کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا اسے ہم پر بادشاہی کس طرح مل سکتی ہے اور ہم اس کی نسبت بادشاہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اسے مال کی فراخی بھی نہیں دی گئی۔ (نبی نے) کہا اللہ نے اسے تم پر برگزیدہ کیا ہے۔ اور علم اور جسم میں اسے بہت بڑھایا ہے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے۔ اور ان کے نبی نے انہیں کہا کہ اس کی بادشاہی کا نشان یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہے اور اس کا بقیہ ہے جو موسیٰ کے سچے تابعداروں اور ہارون کے سچے تابعداروں نے چھوڑا ہے۔ فرشتے اس تابوت کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ یقیناً اس میں تمہارے لئے نشان ہے اگر تم مومن ہو۔ پھر جب طالوت فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے کہا کہ اللہ نہر کے ذریعہ تمہارا امتحان کرنے والا ہے۔ پس جو اس میں سے پانی پی لے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے اور جو اسے نہ چکھے وہ مجھ میں سے ہے۔ سوائے اس کے جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ پھر ان میں سے تھوڑوں کے سوا (باقیوں نے) اسے پی لیا۔ پس جب وہ اس سے گذر گیا اور وہ جو ایمان لائے اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ (مگر) جنہیں یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں وہ بولے کہ بسا اوقات چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب آ گیا ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے نکلے تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر کی کثرت نازل فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور ہماری مدد فرما کافر قوم کے خلاف''۔ (سورۃ البقرہ۲، آیت ۲۴۶ تا ۲۵۰)

میں نے قرآن کریم کے اس حصہ کو درس کے لئے اس لئے چنا ہے کہ اس میں بہت سے سبق ہیں، مسلمانوں کو اپنا دنیاوی لیڈر چننے کے لئے، اور بہت سے اس بارہ میں غلط خیالات کا ردّ ہے۔ پھر ان آیات کے بعض حصوں کی تفسیر میں پرانے مفسرین نے بہت سی غلطیاں کی ہیں جن میں سے بعض ابھی تک دوہرائی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے مغرب زدہ لوگ تمسخر اڑاتے ہیں۔ ان باتوں کا جواب اپنے صحیح معنوں میں نہایت معرفت کے راز ہیں۔

اسی رکوع میں آگے آیت نمبر ۲۵۳ میں پہلے رسولوں کو جنگ کرنے پڑنے کا ذکر ہے اور آیت نمبر ۲۵۱ میں فرمایا ہے کہ:

''اگر اللہ بعض کے ذریعہ بعض کو دفع نہ کرے تو زمین میں فساد مچ جائے (یا وہ تباہ ہو جائے) اور اس سے اگلی آیت میں فرمایا کہ ''یہ اللہ کی باتیں ہیں جن کو ہم ضرورت حقہ کے ماتحت تجھ پر پڑھتے ہیں اور تو بھی تو رسولوں میں سے ہے''۔ (آیت ۲۵۲)

یعنی اگر پہلے رسولوں کو جنگ کرنی پڑی تو تجھے بھی جنگ پیش آئے گی۔ بلکہ چونکہ تو رسولوں کا سردار ہے تو تجھے زیادہ ہی جنگیں کرنی پڑیں گی۔ تو اس سلسلہ میں بنی اسرائیل کی تاریخ میں سے چند واقعات کا ذکر فرمایا جن میں طالوت اور حضرت داؤد کے جنگ کے کچھ حالات بیان فرمائے جن میں مسلمانوں کے لئے کچھ سبق ہیں۔ اسی لئے اس ذکر کو شروع فرمایا اَلَم تَرَ کے الفاظ سے یعنی کیا تو نے غور نہیں کیا۔ ان واقعات کا پس منظر یہ ہے کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل فلستیوں سے بار بار شکست کھا کو مغلوب ہو چکے تھے۔ اور بنی اسرائیل کے ہزارہا آدمی کٹ مر چکے تھے۔ اپنا ملک بھی کھو بیٹھے تھے اور ان کے بہت سے نوجوان دشمنوں کے غلام بن چکے تھے۔ یہاں مسلمانوں کو بھی ایسے ہی حالات درپیش تھے کہ مکہ کے تیرہ سال کے انتہائی مظالم کے بعد ان کو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ اپنے بال بچوں سے بھی الگ ہو چکے تھے اور اب دشمن مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ تو مسلمانوں کو تاریخ سے سبق دیا کہ اگر تم تھوڑے ہو تو بھی دشمن کی کثرت سے مرعوب مت ہو اور مغلوبیت کی صلح مت کرنا بلکہ صبر سے اور ثابت قدمی سے اپنا دفاع کرنا ورنہ تم ختم ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ صابر اور ثابت قدم بندوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا بلکہ دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے اگر چہ وہ کثرت اور طاقت میں زیادہ ہوں۔

اب آپ ان آیات کو دیکھیں جو اس درس کے شروع میں مذکور ہیں۔ بنی اسرائیل شکستوں پر شکستیں کھا کر رجوع کرتے ہیں اپنے نبی (حضرت سموئیل) کی طرف کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تا کہ وہ جنگ میں ہماری لیڈر شپ کرے۔ اس انتخاب کے لئے وہ سردار آپس میں رقابت کرتے تھے (افسوس ہے کہ زمانہ کے لیڈروں بلکہ ممالک میں بھی یہی رقابت نظر آتی ہے) اور وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا اور دنیا کے عہدوں کے حریص تھے۔ اپنے نبی کی طرف انہوں نے اس لئے رجوع کیا کہ وہ آپس میں سربراہی کے جھگڑے طے نہ کر سکتے تھے۔ آج بھی دنیا دار تک آپس کے جھگڑے چکانے کے لئے کسی نیک انسان کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس کی انصاف پسندی پر بھروسہ ہوتا ہے۔ بہرحال حضرت سیموئیل نے بجائے خود کوئی انتخاب نہ کیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہدایت چاہی۔ تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو منتخب فرمایا تو اللہ اور نبی کے انتخاب پر بھی نبی اسرائیل جھگڑ پڑے۔ وہ امیدوار تھے کہ ان میں سے کوئی سردار چنا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے معیار کچھ اور ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسے (طالوت کو) ہم پر حکومت کس طرح مل سکتی ہے جبکہ ہم اس کی نسبت لیڈر بننے کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا وہ آج کل کی حکومت کی سربراہیوں کے لئے پارٹیوں اور لیڈروں کے جھگڑوں کا نقشہ نہیں ہے؟ اس زمانہ میں بادشاہی یا حکومت کے لئے شاہی یا حاکم خاندان سے ہونا بنائے دعوے ہوتا تھا۔ آج کل بھی خاندان کی حکومت بن جاتی ہے جیسا کہ ہندوستان میں نہرو خاندان کی بنتی نظر آتی ہے۔ تو بنی اسرائیل نے پہلا اعتراض تو یہ کیا کہ حسب ونسب سے طالوت شاہی یا سردار خاندانوں میں سے نہیں تھا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ غریب آدمی ہے۔ نہ حکومت کا نہ دولت کا امتیاز اسے حاصل ہے۔

تو ان کے نبی نے کیا عمدہ جواب دیئے! اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کی وجہ سے تم کو چھوڑ کر اسے چنا ہے۔ بدکردار اور بدچلن لیڈر قوم کو لے کر اسی رستہ میں چلے گا جس پر وہ خود چل رہا ہے۔ نیک اور بدکردار کا میدانِ جنگ میں کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کا واقعہ سنئے۔ جیسا کہ خلفائے راشدین کے زمانہ کے صحیح واقعات کو جاننے والے لوگوں کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں عرب کی اُبھرتی ہوئی سلطنت سے ایرانی اور روم دونوں اس زمانہ کی بڑی طاقتوں (Super Powers) کو خواہ مخواہ خطرہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے اپنے طریقہ سے اس (خیالی) خطرہ کو دبانا چاہا۔ ہرقل روم نے عرب کے سرحدی قبائل کو جو اس کے زیر اثر عیسائی ہو چکے تھے اُبھارا اور وعدہ کیا کہ وہ خود لشکر لے کر ان کی پیٹھ پر ہوگا (جن واقعات کی وجہ سے حضور سرورِ کائنات صلعم کو تبوک کی مہم پر جانا پڑا۔ حضور صلعم کا رعب ایسا تھا کہ وہ قبائل بھاگ گئے اور رومی لشکر بھی غائب ہو گیا مگر اس عیسائی طاقت نے خلفائے راشدین کے زمانہ میں آخر

جنگوں تک نوبت پہنچائی)۔ دوسری طرف ایران کی مشرک قوم نے بھی مسلمانوں کو جنگ پر مجبور کیا اور اتنا فتنہ وفساد اسلامی سرحد پر پیدا کیا کہ حضرت عمرؓ خلیفہ دوئم نے حسرت سے کہا کہ کاش ہمارے اور ایران کے درمیان ایک آگ کی دیوار ہوتی (جس کو ایرانی پار نہ کر سکتے اور ہم اُن کے شر سے محفوظ رہتے)۔ الغرض مسلمانوں کو بیک وقت دو محاذوں پر جنگ کرنا پڑی جو جنگی نقطہ نظر سے نہایت خطرناک ہوتا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ جسے رکھے اُسے کون چکھے؟ پھر بھی صورت حالات یہ تھی کہ دونوں محاذوں پر اگر دشمن کی فوج ایک لاکھ تھی تو مسلمان دس ہزار ہیں۔ یہی حال دونوں محاذوں پر تھا مگر شکست دشمنوں کو ہی اوپر تلے ہو رہی تھی۔تو ہرقل روم نے استعجاب سے اپنے وزیر اعظم سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ لشکر ہمارا دس بیس گنا ہوتا ہے، ہتھیار اور سامان جنگ ہمارا بڑھ چڑھ کر ہے، سپاہی ہمارے لڑائی کی مہارت رکھتے ہیں مگر فتح مسلمانوں کو ہوتی ہے ؟تو وزیر اعظم نے کہا کہ حضور اپنی سپاہ کو میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے اور بعد میں نہیں دیکھتے ؟ ہمارے سپاہی تو راتوں کو شراب خوری، جوئے بازی اور بدکاریوں میں مصروف ہوتے ہین اور مسلمان راتوں کو اپنے رب کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔یہی فرق ہے۔

دوسری وجہ حضرت سیموئیل نبی نے یہ بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو علم اور جسم میں تم پر فضیلت دی ہے۔چونکہ انتخاب پہلے تو جنگ میں بطور سپہ سالار کے اور بعد میں بادشاہی کے لئے تھا اس لئے علم کے معنی انہی دو معاملات کے علوم کا ہے۔دشمن سے جنگ کامیابی سے کرنا بہت بڑا فن ہے جس کو ہمارے فوجی ساری عمر نہ صرف سٹاف کالجوں اور دوسرے اداروں میں سیکھتے رہتے ہیں بلکہ میدان جنگ میں اور اس سے پہلے مصنوعی جنگیں کر کے سیکھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح حکومت (اور یہ میں تقریباً چالیس سال کے مختلف عہدوں کے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں) ایک بہت بڑا علم ہے۔فرمایا کہ طالوت نہ صرف قابل اور تجربہ کار سپاہی ہے بلکہ دنیاوی اور انتظامی امور کی قابلیت بھی رکھتا ہے۔

طالوت کی جسمانی فضیلت میں یہ اشارہ ہے کہ فوجی کمانڈر کو اور حاکم دونوں کو اچھی صحت کا مالک ہونا چاہیے۔فوجی کمانڈر کے لئے اچھی صحت کا ہونا تو ظاہر ہے۔سول حکومت میں بھی میں نے اپنی پبلک سروس میں دیکھا ہے کہ سربراہ مملکت یا دوسرے عہدیداروں کی صحت کمزور ہو تو وہ اپ نے فرائض بخوبی ادا نہیں کر سکتے۔

قرآنی آیات محولہ بالا میں طالوت کی ان خوبیوں بلکہ فضیلتوں کے ذکر کے بعد قرآن فرماتا ہے واللہ یوتی ملکه من یشاء ''اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک دیتا ہے''غور فرمائیے کہ طالوت کی تینوں فضیلتوں کا ذکر آئے گا اور ان کے ذکر میں ''اللہ جسے چاہے دے'' کہہ کر کیا خوب بات کو صاف کیا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ جسے چاہے دے یا منتخب کرے کے الفاظ آتے ہیں تو وہ بڑے محکم اصولوں پر فیصلہ کرنے کے لئے آتے ہیں نہ کہ نعوذ باللہ بغیر کسی وجہ کے من مانی کرنے کے ہوتے ہیں۔پھر واللہ واسع علیم کے الفاظ لاکر مزید وجوہات بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ وسیع ترین ہوتی ہے۔یعنی تمام لوگوں پر نہ کہ صرف سرداروں پر اور وہ جو مکمل علم رکھتا ہے انسان نہیں رکھتے۔

آگے طالوت کی بادشاہی کے مزید نشانات بتائے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت ہوگی اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کی وراثت ہوگی اور فرشتے اس تابوت کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔بدقسمتی سے ان الفاظ کے ظاہری معنی لے کر کہا گیا کہ فرشتے سچ مچ ایک صندوق اٹھائے ہوئے تھے جن میں سکینہ نامی ایک شئے تھے جس کا سر بلی کی طرح تھا اور مزید برآں اس صندوق میں حضرت موسیٰ کی الواح (پتھر جن پر دس احکام شرعی کندہ تھے) اور حضرت ہارون کا عصا تھا جس میں بطور معجزہ شاخیں نکل آئی تھیں وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔بالفرض اگر یہ واقعہ یونہی ہوا تھا تو بھی اس سے طالوت کی فضیلت کس طرح ثابت ہوئی؟ دراصل یہ اسرائیلی روایات ہیں جنھیں اپنانے کی ضرورت نہیں۔لفظ تابوت کے معنی جہاں صندوق کے ہیں وہاں قلب انسانی کے بھی ہیں (دیکھو لسان العرب اور مفردات راغب)۔ یہ ایک بہت خوب پیشگوئی تھی جوان کے نبی نے کی تھی کہ جب طالوت تم کو لے کر

میدانِ جنگ میں جائے گا تو تم دیکھو گے کہ اس کے قلب میں کیا سکینت یا تسکین اللہ تعالیٰ نے بھری ہے۔ سکینت دلوں میں نازل ہوتی ہے نہ کہ صندوق میں ماؤں بلی کی شکل میں بیٹھی آتی ہے۔ خود قرآن نے جہاں مومنوں پہ سکینت نازل ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہاں واضح فرما دیا ہے کہ ھو اللّٰہ الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین (الفتح ۴۸۔۴) کہ وہ اللہ ہی تھا جس نے مومنوں کے قلوب میں سکینت نازل فرمائی۔ اب یہ تو میدان جنگ کا تجربہ رکھنے والے ہی بخوبی جانتے ہیں کہ جنگ کے خوف و ہراس میں یا معرکوں کی اونچ نیچ میں فوج کے کمانڈر کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور اہم چیز اطمینان قلب کا قائم رہنا ہوتا ہے۔ اگر کمانڈر گھبرا گیا تو سمجھو کہ فوج میں بھگڈر مچ جائے گی اور پھر میدان ہاتھ سے گیا۔ پھر طالوت کے قلب کو ملائکہ کے اٹھائے ہوئے ہونے کے معنی ثابت قدمی کے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم نے دوسری جگہ خود واضح فرمایا ہے کہ اذ یوحی ربك الی الملٰکۃ انی معکم فثبتو الذین امنو (الانفال ۸۔۱۲) ''جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کرتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو جو ایمان لائے ہیں انہیں ثابت قدم رکھو''۔ آخری بات یہ فرمائی تھی کہ طالوت کے قلب میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بقیہ نشانات ہیں۔ یہ اس زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے جبکہ طالوت نے بادشاہت کرنی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے شریعت کے احکام دیئے اور لوگوں کے جھگڑے چکانے میں عمر گذاری۔ اور حضرت ہارونؑ لوگوں کو عبادت کرایا کرتے تھے۔ تو پیشگوئی یہ فرمائی کہ جب طالوت بادشاہت کرے گا تو نہ صرف حکومت کے قوانین کا نفاذ کرے گا بلکہ لوگوں کی روحانی رہنمائی بھی کرے گا۔ اسی لئے اس پیشگوئی کے پورے ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی فرمایا۔ فلما فصل طالوت بالجنود قال ان اللہ مبتلکم بنھر۔

پھر جب طالوت فوج کو لے کر چلا تو اس نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نہر سے آزمائے گا۔ نہر کے معنی بیشک دریا یا نہر دونوں کے ہوتے ہیں تو اس لئے اکثر مفسرین نے اس ظاہری معنی کو لیتے ہوئے کہا کہ اس پیدل مارچ کرنے والی فوج کو نہر پر سے گذرنے میں آزمایا گیا اور کہا گیا کہ صرف ایک چلو پانی پینا۔ مگر ان میں سے اکثر نے پیٹ بھر کر پانی پی لیا۔ کوئی صاحب اس تفسیر سے راضی ہیں تو ان کا اختیار ہے۔ مجھے تو لفظ نہر کے دوسرے معنی پسند ہیں۔ یعنی فراخی اور وسعت (مفردات راغب) کے۔ اس لئے یہاں مال غنیمت ملنے اور عیش و آرام میں پڑ جانے کی آزمائش کا ذکر ہے۔ جہاں فوج عیش و آرام میں پڑی تو پھر وہ لڑنے کے قابل نہیں رہتی۔ اس موقعہ پر مجھے وہ روایت یاد آتی ہے کہ محمد شاہ رنگیلے کے زمانہ میں اس کی فوج کے سپاہی بھی پالکیوں میں بیٹھ کر ململ کے انگرکے پہنے اور پنکھا جھلتے لڑنے جاتے تھے۔ پھر اُن کا جو انجام ہوا وہ عبرتناک تھا۔

آگے اس درس کی آیات مبارکہ میں دشمن کی کثرت اور مومنوں کی قلت کا ذکر فرما کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پھر بھی مومنوں کو فتح دی۔ اپنے اِذن یعنی حکم سے مگر اس اذن کے ملنے کے لئے کچھ لوازم کا ذکر فرمایا اور وہ ہیں صبر و استقامت ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ کے آگے گر کر دعا کرنا۔ سومنات کے معرکہ میں جب محمود غزنوی کی فوج دشمن کے سینکڑوں ہاتھیوں کی یورش کی تاب نہ لاکر پسپا ہونے لگی تو محمود غزنوی گھوڑے سے اتر کر خاک پر سربسجود گر پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانسہ پلٹا وہ تاریخ کی کتابوں میں دیکھئے۔ ایک روایت سنا کر ختم کرتا ہوں۔ لکھا ہے کہ فتح کے بعد محمود غزنوی کے وفات شدہ روحانی مرشد اس کے پاس خواب میں آئے اور کہا کہ محمود غزنوی اس وقت تیرا اللہ کے آگے خاک میں سربسجود گر پڑنا اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا تھا کہ اگر صرف میدان جنگ میں فتح کی بجائے تو سارے ہندوستان کے مسلمان ہو جانے کی دعا کرتا تو وہ بھی منظور ہو جاتی۔ افسوس ہے کہ صحابہؓ اور ان کے بعد ان کی ایک دو نسلوں کے سوا عام طور پر مسلمانوں نے ادھر سے بے توجہی کی ورنہ سپین سے نکالے نہ جاتے اور ہندوستان آج سارا مسلمان ہوتا۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

محمد صالح نور مرحوم ومغفور (کراچی)

محبت کے چراغ

ایسے تم ماہتاب کا مجھ کو پتہ دینا ذرا
راہبر تو اور بھی مل جائیں گے تم کو بہت
میری کشتی کو بھنور میں چھوڑ کر وہ چل دیئے
ڈوبتے کو تم کنارے پر لگا دینا ذرا
آج دُنیا سے وفا کا نام رخصت ہوگیا
تم نبھا کر عہد کو سکہ بٹھا دینا ذرا
پھول کھل اُٹھیں گے گلشن میں مگر اِک شرط پر
فرق جو چھوٹے بڑے کا ہے مٹا دینا ذرا
آؤ مل کر چاک سب نفرت کے پردوں کو کریں
''صلح کا پیغام'' دنیا کو سنا دینا ذرا
آ کہ دَر دَر پہ کریں روشن محبت کے چراغ
تو ہمارا ساتھ اے بادِ صبا دینا ذرا

ہرا بھرا اِس شجر کو رکھیو

از محمد صالح نور مرحوم و مغفور۔ کراچی

خدا کی حمد و ثنا ہی گاتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں
حقیقتوں کی راہیں دکھاتے ہمیں تو سوسال ہوگئے ہیں

ان بہاروں کا کیا ہی کہنا ، خدا ہو جن کے چمن کا مالی
اسی کے سائے میں لہلہاتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں

خدا کی توحید کے ترانے ہیں گونجے صحرا میں وادیوں میں
حدیث و قرآن کو سناتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں

رسول اکرمؐ کی ذاتِ اقدس سے اک تعلق سوا ہے ہم کو
انہی کی نعتوں کو گنگناتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں

خدا کے منکر، نبیؐ کے دشمن ٹھہر سکے نہ کبھی مقابل
اکیلے میدان میں دندناتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

وہ آریہ ہوں کہ ہوں نصاریٰ شکست ان کا بنی مقدر
حقیقتوں کو کہتے سناتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں

نبی کا آنا نہیں ہے ممکن جدید ہو یا قدیم کوئی
خدائے احمدؐ پہ جان لٹاتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں

دُعا ہے اے آسمان والے ، ہرا بھرا اس شجر کو رکھیو!
جنم جنم سے جسے سجاتے ہمیں تو سو سال ہوگئے ہیں